OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Scicnces, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jan-June-2022
Vol: 3, Issue: 1
journalrushd@gmail.com**Email:**
OJS: https://rushdjournal.com/index

مفتی رشید احمد فریدی[1]

قرآن کریم کے اجزاء واحزاب میں تقسیم

Division of the Qur'an into parts and Ahzab

Abstract

The division of the Quran into chapters (Surahs), sections (Ajza), parts (Para), and smaller units such as verses and sentences, is an important aspect of understanding the Quran and its teachings. The division of the Quran into Paras, Ruku, and Manazil provides a framework that helps readers navigate the text and understand its structure. Para refers to the division of the Quran into 30 parts, which makes it easier to read and study the Quran in manageable sections. This division also helps Muslims complete the recitation of the entire Quran within a month during the holy month of Ramadan. Ruku refers to the division of the Quran into sections within each Surah. Each Ruku usually contains several verses, which are related thematically. This division helps readers understand the context and message of each section. Manazil refers to the division of the Quran into seven parts, each of which contains several Surahs. These seven parts were traditionally used to help

1 مدرسہ مفتاح العلوم، تراج ضلع: سورت، گجرات، الہند

Muslims complete the recitation of the Quran in one week. This division is also helpful for readers who want to focus on particular sections of the Quran.

Keywords: Parts, Division, Hifz, Recitation

خانقاہ محمودیہ میرٹھ رمضان المبارک 1437ھ میں ایک عالم صاحب قرآن پاک کے چند نئے نسخے لے کر آئے، راقم الحروف کی طلب پر ایک نسخہ عنایت ہوا۔ اس کے شروع میں "ترتیب وتدوین قرآنی" کے عنوان سے تین صفحات میں پاروں کی ابتداء کے بارے میں کچھ سخت کلام کیا گیا ہے۔ یہ مضمون ایک سال قبل رمضان 1436ھ میں واٹس اپ(Whatsapp) کے ذریعہ پھیلایا گیا تھا، جس میں مختلف دس پاروں کی ابتداء کو غلط قرار دیا گیا تھا۔ پھر صاحب مضمون نے ان دس پر مزید چار کا اضافہ کرکے 5/6/7/8/9/11/12/13/14/16/20/22/23/27/ کل چودہ پاروں کی ابتداء کو قابل اصلاح قرار دیا، بلکہ اپنی تجویز کردہ ابتداء کے مطابق جدید مصحف بھی شائع کیا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ اجزاء قرآن کے مالہ وماعلیہ کی تحقیق اور تنقیح کی جائے۔ راقم الحروف کو ایک مدت سے رسم المصحف یعنی رسم عثمانی کی تحقیق سے ایک تعلق ہے، کتب فن کی ورق گردانی اور مصاحف قدیمہ کی زیارت وملاحظہ کی سعادت حاصل رہی ہے۔ اس لئے سوچا کہ ایک مختصر سے مضمون میں اس جدید مصحف کے بدلے ہوئے پاروں کا تحقیقی جائزہ پیش کروں، تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ پاروں کی نئی ابتداء جو جدید مصحف میں مقرر کی گئی ہے وہ اجماع امت کے خلاف ہے۔

نظم قرآن کی تکوینی شانِ تقسیم

قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت خاص ہے۔ اِس حیثیت سے کلام الٰہی میں وحدت کی شان ہے۔ پورا قرآن پاک اپنے مدلول (کلام الٰہی) کے اعتبار سے صفت واحدہ یعنی شئ واحد ہے، اس میں انقسام وتنوع نہیں ہے، لیکن بندوں کے تمام احوال وظروف میں اعمال وافعال کی بجاآوری اور آخرت کی دائمی وابدی فلاح یابی کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کلام الٰہی کو وحی کے ذریعہ حروف ونقوش کالبادہ اور الفاظ واداء کا جامہ پہنایا تو تکوین الٰہی اور کرشمۂ قدرت سے حروف ونقوش میں اور صورت وشکل میں یقینی طور پر قسمت وتنوع کا وجود ہوا، یعنی کوئی ماضی ومستقبل اور حال کی شکل میں ہے، کوئی خبر اور انشاء کی صورت میں۔ کوئی واحد تثنیہ اور

جمع کے قالب میں ہے، کوئی مذکر و مؤنث کے سانچہ میں ہے۔ کوئی صحیح و معتل اور مضاعف کے روپ میں، کوئی مجرد اور مزید فیہ کے شکل میں، کوئی اسم و فعل اور حرف کے آئینہ میں ہے، کوئی معرب و مبنی کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ کوئی حاضر وغائب اور متکلم کے روپ میں ہے تو کوئی معرفہ اور نکرہ کی شکل میں ہے۔ کوئی مرفوع و منصوب اور مجرور کی صورت میں ہے، کوئی مرکب اور غیر مرکب کی شکل میں ہے وغیرہ وغیرہ۔

تنوع اور قسمت نظم قرآن کے ساتھ بالذات ہے، اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔ دنیا و آخرت کے سارے احکام الٰہی کا مدار ان ہی قدرتی فروق پر موقوف ہے۔ یہ ہے قرآن کریم کی تکوینی شان تقسیم، جسے انسان کی ہدایت کے لئے ناگزیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وجود بخشا ہے۔ جس طرح کائنات کی وحدت کو عرش و قلم، لوح و کرسی اور آسمان و زمین وغیرہ میں تقسیم کر کے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے، تاکہ انسان عقل سلیم کے ذریعہ کائنات میں غور کر کے راہ حق کو اختیار کرے اور اللہ کی وحدانیت کے آگے سر تسلیم خم کرے۔

نظم قرآن کا مقام

قرآن کریم چونکہ اپنے نزول کے اول وقت سے ہی الفاظ و نقوش کے مختلف سانچوں میں وجود پذیر ہوا ہے، اس لیے یہی ہیئتِ نظم انسان کے لئے اصل کلام الٰہی کے درجہ میں ہے، اور وہی اپنی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہونے سے معجزہ ہے، اور اسی نظم قرآن پر ایمان لانا فرض ہے، اس کے کسی جزء کا انکار کفر ہے۔ اسی نظم کی تلاوت اولین فریضۂ رسالت اور قرآن کا سب سے پہلا حق ہے۔ اور ارشاد الٰہی: ﴿وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ اور ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴾ کا تعلق اسی نظم قرآن سے ہے۔ اور ارشاد نبوی ﷺ: «أُنزل القرآن على سبعة أحرف» یعنی قرأت متواترہ کا براہ راست تعلق اسی نظم قرآن سے ہے، اسی نظم کی قرأت پر اجر و ثواب کی فضیلت و سعادت ہے، اور تاثیرات اسی نظم کے ساتھ خاص ہے۔ یہی نظم علوم و حقائق کا مخزن، احکام و معارف کا منبع اور تمام علمائے امت اور ائمہ فن کی بحث و استنباط کا محور ہے۔ یہ اپنی خصوصیات کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے آج تک متواتراً محفوظ چلا آیا ہے، اور جو مصاحف میں (مصحف عثمانی کے مطابق) لکھا ہوا ہے، اور جس کی تلاوت کو عبادت قرار دیا گیا ہے:

"القرآن الکلام المنزل علی الرسول، المنقول عنه بالتواتر، المکتوب فی المصاحف المتعبد بتلاوته."[1]

آیات وسور کی ترتیب

سورۃ کہتے ہیں قرآن پاک کی اس مخصوص ومحدود مقدار کو جس کی ابتداء وانتہاء متعین ہو، اور کم از کم تین آیتوں پر مشتمل ہو، مثلاً سورۂ کوثر۔ آیت کہتے ہیں:

"الآیه طائفة من کلام الله تعالی ذات مطلع ومقطع مستقرة فی سورة من القرآن."[2]

یعنی کلام اللہ کا ایک حصہ جس کی ابتداءوانتہاء متعین ہو اور کسی سورۂ قرآن میں موجود ہو(حاشیہ فنون)، بالفاظ دیگر قرآن کا ایک حصہ جس میں کم از کم چھ حروف ہوں اور اس کا اول وآخر متعین ہو، جیسے: ثُمَّ نَظَرَ

اب جاننا چاہیئے کہ آنحضرت ﷺ پر جو آیتیں نازل ہوتی تھیں، انہیں کاتب وحی کے ذریعہ لکھوا کر ارشاد فرماتے: ان آیتوں کو فلاں سورۃ کے فلاں مقام پر فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے رکھ دو۔ نیز سورتوں کا موقع ومحل بھی مقرر فرماتے تھے:

"کان نزل علیه الشئ دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا هذه الآیات في السورة التي یذکر فیها کذا وکذا."[3]

اسی طرح تمام آیات اور سورتوں کی ترتیب سے حضور ﷺ آگاہ فرماتے رہتے، یہاں تک کہ پورا قرآن پاک تحریری شکل میں مرتب اور منضبط ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ نفس آیت وسورۃ کی معرفت جس طرح شارع کی طرف سے ہے، اسی طرح آیتوں اور سورتوں کی ترتیب وتقسیم بھی من جانب الشارع ہے:

"الصحیح إن الآیة إنما تعلم بتوقیف من الشارع کمعرفة السور."[4]

---

1 مناهل العرفان:1: 20، کتب الأصول والکلام

2 شامی: 2: 256؛ مناہل العرفان

3 البرهان للزرکشی

4 الاتقان: 230 :1

”بلاشبہ آیات کی وضاحت شارع کی طرف سے کی گئی ہے، جس طرح شارع کی طرف سے سورتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔“

"فالمصحف على وفق ما في اللوح المحفوظ مرتبة سورة كلها و آياته بالتوقيف."[1]

یعنی مصحف میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے۔ یہ بندوں کا محض نتیجہ ٔفکر یاان کی عقل کی دریافت نہیں ہے، بلکہ شارع کی طرف سے ہے، اسی کو"توقیف" کہتے ہیں۔

پس قرآنی آیات اور سورتوں کی موجودہ ترتیب حضور ﷺ کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہر سال کے دور اور عرضہ ٔاخیرہ کی ترتیب کے عین مطابق ہے، اور جو تواتر و تعامل سے منقول چلی آرہی ہے۔ یہی حق اور قطعی ہے۔

"ترتيب السوره كذا هو عند الله في اللوح المحفوظ على هذا الترتيب و عليه كان يعرض النبي ﷺ على جبرئيل كل سنة ما كان يجتمع عنده منه و عرض عليه في السنة التي توفى فيها مرتين."[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو اسی ترتیب کے مطابق بغیر کسی کمی بیشی کے جمع کیا اور اسی طرح لکھا جس طرح حضور ﷺ سے سنا، اپنی جانب سے نہ تو کچھ تقدیم و تاخیر کی اور نہ کوئی ایسی ترتیب قائم کی جو حضور ﷺ سے اخذ کردہ نہ تھی۔

شرح السنۃ میں ہے:

"الصحابة جمعوا بين الدفتين القرآن الذي أنزل الله على رسوله من غير أن زادوا أو نقصوا منه شيئاً، فكتبوه كما سمعوه من رسول الله ﷺ من غير أن قدموا شيئاً أو أخّروا أو وضعوا له ترتيبا لم يأخذوا من رسول الله

---

1 الاتقان:3: 370
2 فتح الباری:9: 52

صلى الله عليه وسلم."[1]

نظم قرآن کریم کی تقسیمات

اس میں کوئی شک نہیں کہ متعدد احادیث و آثار نظم قرآن کے مختلف حصص پر دلالت کرتے ہیں۔اور یہ بھی یقینی ہے کہ حضور صلى الله عليه وسلم کی ہدایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مخصوص مقدار و حصص میں یومیہ تلاوت کرتے تھے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کا معمول قائم رہا اور انہوں نے احادیث رسول صلى الله عليه وسلم اور اعمال صحابہ کو پیش نظر رکھ کر حفظ و تلاوت کرنے والوں کے لئے سہولت اور تعلیم قرأت و معانی میں آسانی پیدا کرنے لئے نظم قرآن کی متعدد تقسیمات اور ان کے حصص کی تعیین فرما کر امت مسلمہ کے حق میں بہترین کارنامہ انجام دیا ہے۔احادیث و آثار اور تابعین کی روایات کتب قرأت اور علوم القرآن کی کتابوں میں اہل علم نے ذکر فرمائی ہیں۔ان ہی آثار واحادیث کی روشنی میں چند تقسیم پیش کرتے ہیں۔

پہلی تقسیم: آیت اور سورہ کے اعتبار سے

قرآن پاک سورہ کے اعتبار سے ایک سو چودہ حصوں میں منقسم ہے (برہان، اتقان)، اور ہر سورہ تعداد آیات کے لحاظ سے کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ 286 آیات پر مشتمل ہے۔یہ تقسیم نزول کے ساتھ من جانب اللہ واقع ہوئی ہے، جس پر خود قرآن پاک کی آیات شاہد ہیں، مثلاً ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾

اور سورتوں کی ترتیب بھی راجح قول کے مطابق توقیفی ہے، جیسا کہ اوس بن حذیفہ ثقفی رضی اللہ عنہ کی "تحزیب القرآن" اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ختم قرآن والی احادیث اور اجماع صحابہ واضح دلیل ہیں۔سورتوں میں تقسیم کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

"تحقيق كون السورة بمجردها معجزة و آية من آيات الله والاشارة إلى أنّ كل سورة نمط مستقل."[2]

---

1 البيان في علوم القرآن: 274

2 اتقان: 1: 87

سورہ کا بذات خود معجزہ ہونا اور اللہ کی نشانیوں میں سے عظیم نشانی ہے، نیز اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ ہر سورہ ایک خاص مضمون میں مستقل اسلوب کی حامل ہے۔

دوسری تقسیم: برائے تحفیظ و تعلیم

1. امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ کے استقراء سے یہ بات مسلم ہے کہ قرآن پاک حسب ضرورت نجماً نجماً نازل ہوا ہے، مثلاً سب سے پہلی وحی سورہ اقرأ کی پانچ آیت نازل ہوئیں، پھر کچھ وقت وحی موقوف رہنے کے بعد سورہ مدثر کی ابتدائی پانچ آیت نازل ہوئیں، نیز سورہ والضحیٰ بھی ابتداً پانچ آیت نازل ہوئی تھیں وغیرہ۔ سورہ مؤمنون کی ابتدائی دس آیات ایک ساتھ نازل ہوئیں، واقعہ افک میں سورۃ النور کی دس آیات ایک ساتھ نازل ہوئی تھیں۔ خالد بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو العالیہ تابعی نے ہم سے فرمایا کہ قرآن پانچ پانچ آیت کر کے سیکھو، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پانچ پانچ آیت حاصل کرتے تھے۔ ابو نضرہ تابعی فرماتے ہیں کہ ابو سعید خدریؓ ہمیں قرآن سکھاتے تھے پانچ آیت صبح اور پانچ آیت شام کو۔ اور بتاتے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ قرآن کی پانچ پانچ آیت کر کے نازل فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پانچ پانچ آیت کر کے نازل ہوا، بجز سورۂ انعام کے۔ پس کوئی شخص پانچ پانچ آیت کر کے یاد کرتا رہے گا، وہ نہیں بھولے گا۔

"من حفظ خمسا خمسا لم ينسه"[1]

اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حفظ و تعلم میں یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ ابو عبد الرحمن سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حدثنا من كان يقرئنا من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم إنهم كانوا يقترءون من رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر آيات فلا يأخذون فى الأخرى حتى يعلموا ما فى هذه من العلم والعمل قالوا فعلمنا العلم والعمل."

ہمیں جو حضرات صحابہ قرآن پڑھاتے تھے (یعنی عثمان غنی، عبد اللہ بن مسعود، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم وغیرہ) انہوں نے بتایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی دس آیات پڑھتے تھے۔

---

1 معرفة القراء:1: 297

بلکہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یوں نقل کرتے ہیں:

"أن رسول الله ﷺ كان يقرءهم العشر."

پھر دوسری دس آیات اس وقت پڑھتے جب پہلی دس آیتوں میں ودیعت کئے ہوئے علوم جان لیتے اور قابل عمل حکم پر عمل کرلیتے۔(مسند احمد)

اور صحابہ کے اتباع میں تابعین عظام بھی پانچ پانچ،دس دس آیات کرکے قرآن پاک سیکھتے اور احکام جانتے تھے۔اسماعیل ابن ابی خالد کہتے ہیں:

"كان أبو عبد الرحمن السلمي يعلِّمنا القرآن خمس آيات."[1]

اور انہی اسباب کی وجہ سے بعض تابعین نے اپنے مصاحف میں ہر پانچ یا دس آیات پر نشانات لگائے تھے،جس کو تخمیس وتعشیر کہاجاتا تھا،بلکہ صحابہ سے بھی تخميس و تعشير منقول ہے،جیسا کہ علامہ دانی نے نقل کیاہے۔راقم الحروف نے وقوف قرآن کاایک قلمی نسخہ 1035ھ کالکھاہواایشیائی سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں دیکھاہے،جس میں احزاب کے ساتھ اعشار بھی لکھے ہوئے ہیں،یعنی ہر دس آیت پر "عشر" لکھاہوا ہے۔

تیسری تقسیم:سورتوں اور آیتوں کی تعداد اور مضامین کی تفصیل کے لحاظ سے

مشہور قول کے مطابق قرآن پاک کے چار حصے بتائے گئے ہیں:

"قال العلماء القرآن على أربعة أقسام : الطول، المئون، و المثاني، و المفصل."

حضرت واثلہ بن الاسقع حضور ﷺ کاارشاد نقل کرتے ہیں:

"أعطيتُ السبع الطول مكان التوراة و أعطيتُ المئين مكان الانجيل، و أعطيتُ المثاني مكان الزبور و فُضِّلتُ بالمفصَّلات."[2]

"سات لمبی سورتیں مجھے دی گئیں جو بمنزل توریت کے ہیں،اور انجیل کی جگہ مجھے مئین دی گئی ہیں۔اور زبور کی جگہ مجھے مثانی عنایت کی گئی ہیں۔اور مفصّلات مرحمت فرماکر مجھے دوسرے

---

1 اتقان:1: 57

2 برہان للزرکشی عن تفسیر ابن کثیر۔ مسلم مع نووی 4

نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے۔"

سات لمبی سورتوں سے مراد سورۃ البقرۃ سے انفال و برائت تک، مئین سے مراد یونس سے فاطر تک، اور مثانی سے رمراد یسین سے الفتح تک، اور مفصلات سے مراد الحجرات سے آخر تک۔

مفصلات کی پھر تین قسمیں ہیں: جو خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل (گورنر) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیج تھیں:

(1) طوال مفصل　　سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک

(2) اوساط مفصل　　سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک۔

(3) قصار مفصل　　سورۂ لم یکن سے آخر قرآن تک۔[1]

چوتھی تقسیم: مضامینِ قرآن کے خلاصہ پر دلالت کے اعتبار سے۔

حدیث میں ہے:

«إن الله جزّأ القرآن ثلثة أجزاء فجعل (قل هو الله أحد) جزئً من أجزاء القرآن»[2]

"اللہ تعالیٰ نے قرآن کے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے پس (قل ھو اللہ احد) کو قرآن کا ایک ثلث قرار دیا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

قال رسول الله ﷺ احشدوا. فإني سأقرأ عليكم ثلثَ القرآن. فحشد من حشد، ثم خرج نبي الله فقرأ: قل هو الله أحد... فقال: إني قلت لكم سأقرأ عليكم ثلث القرآن، ألا انها تعدل ثلث القرآن.[3]

"ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا: جمع ہو جاؤ! میں تمہارے سامنے ایک تہائی

---

1 فتح القدير بحواله مصنف عبد الرزاق ،شامی

2 مسلم

3 صحيح مسلم: رقم الحديث : 812

قرآن تلاوت کروں گا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے سورہ اخلاص تلاوت کی۔۔۔
پھر فرمایا: دھیان سے سنو! یہ اکیلی سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔"

سورہ اخلاص کو تہائی قرآن کہنے کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں، مثلاً:

قرآن پاک کلی طور پر تین مضامین توحید، رسالت اور اعمال پر مشتمل ہے، اور سورہ اخلاص میں اجمالی طور پر پوری توحید کا ذکر ہے۔ اس طرح کی متعدد احادیث مختلف سورتوں اور آیات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ جن میں بعض سورہ کو نصف قرآن، بعض کو ثلث اور بعض کو ربع کے برابر بتایا گیا ہے۔ مثلاً:

1. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "سورۂ فاتحہ دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔"[1]
2. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "آیت الکرسی چوتھائی قرآن ہے۔"[2]
3. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جس شخص نے شب قدر میں سورۂ قدر پڑھی، گویا اس نے ربع قرآن پڑھا۔[3]
4. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جس نے سورۂ زلزال پڑھی، اس کو نصف قرآن پڑھنے کے برابر ثواب ہو گا۔[4]
5. حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے: سورۃ العادیات نصف قرآن کے برابر ہے۔[5]
6. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: کیا تم میں سے کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے؟ صحابہ نے عرض کیا: اس کی کون طاقت رکھتا ہے!، حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو طاقت نہیں کہ روزانہ ﴿الهاكم التكاثر﴾ پڑھ لے۔[6]

---

1 اتقان
2 مسند احمد
3 كنز العمال : 1: 296
4 اتقان بحوالہ ترمذی
5 اخرجہ ابو عبید مرسلاً
6 اتقان بحوالہ مستدرک

7. انس بن مالک ﷜ سے روایت ہے: ﴿قل یا أیها الکافرون﴾ چوتھائی قران ہے۔[1]

8. انس بن مالک ﷜ سے روایت ہے: ﴿إذا جاء نصر الله﴾ چوتھائی قرآن ہے۔[2]

9. ابوہریرہ ﷜ کی روایت ہے: ﴿قل هو الله أحد﴾ تہائی قرآن ہے۔[3]

قرآن کی تنصیف و تثلیث اور تربیع وغیرہ کا ثبوت

مذکورہ احادیث اور اس نوع کی دیگر احادیث صراحتاً بتارہی ہیں کہ ان سورتوں کی قرأت کا ثواب پورے قرآن کے نصف، ثلث یا ربع کی قرأت کے برابر ہے، تولا محالہ حسی طور پر بھی نظم قرآن کا نصف، ثلث، ربع ہونا طے ہو گیا، جب ہی تو یہ بات صادق آئے گی کہ مثلاً سورہ نصر چوتھائی قرآن کے برابر ہے، اور سورہ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔ غالباً اسی وجہ سے یہ بات مشہور ہے کہ تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا تین مرتبہ تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے، گویا پورے قرآن کا پڑھنا ہوا۔ پس یہ احادیث صحابہ و تابعین کیلئے تحریض کا ذریعہ بنیں کہ قرآن پاک کے ان حصص کی تخریج کی جائے۔ چونکہ صحابہ کرام ﷢ سے اسباع و اعشار کا بھی ثبوت ہے، اس لئے تابعین نے انصاف قرآن سے لیکر اعشار تک، بلکہ اس سے بھی زائد تقسیم فرما کر مختلف حصص مقرر فرمائے ہیں۔ اور اس میں آیات و کلمات کی تعداد میں یکسانیت کو خصوصیت سے اور بعض تقسیم میں حروف کے شمار کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

حجاج کی چار تقسیمات کا ذکر

خلیفہ عبد الملک بن مروان جس کی امارت 65ھ سے لیکر 86ھ تک رہی ہے۔ اس کی طرف سے حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر لگایا گیا تھا۔ اس نے قراء کرام اور علماء عظام کی ایک جماعت کو جو تابعین پر مشتمل تھی حصص قرآن کی تعیین اور اس کے کلمات و حروف کے شمار پر مامور کیا اور انہوں نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔ چنانچہ سلام ابو محمد الحمانی ؒ فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے حفاظ اور قراء کو جمع کیا، میں بھی ان میں تھا۔ ان میں

---

1 اتقان بحوالہ ترمذی

2 ایضاً

3 ایضاً

حسن بصری (متوفی 110ھ)، ابو العالیہ ریاحی (متوفی 93ھ)، نصر بن عاصم لیثی (متوفی قبل 100ھ)، عاصم جحدری (متوفی 128ھ)، اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہم (متوفی 130ھ) کا انتخاب کیا۔ حجاج نے کہا (شمار کرکے) بتاؤ کہ پورے قرآن میں کتنے حروف ہیں؟۔ ہم شمار کرنے لگے یہاں تک کہ سب نے اتفاق کیا کہ کل حروف تین لاکھ چالیس ہزار سات سو چالیس ہیں۔ حجاج نے کہا کس حرف پر قرآن نصف ہوتا ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا سورہ کہف میں "ولیتلطف" کی [ف] پر۔ پھر حجاج نے پوچھا: قرآن کا سبع (یعنی سات اجزاء) کہاں کہاں ہوتے ہیں؟، ہم نے (مقام) اسباع بتلائے۔ پھر اس نے اثلاث اور ارباع کے متعلق پوچھا ہم نے وہ بھی بتلایا... الخ۔ حجاج کے اس کارنامہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے قرآن کے حروف شمار کرائے، پھر تعداد حروف کے اعتبار سے قرآن کی تنصیف، تثلیث، تربیع اور تسبیع، چار تقسیمات کرا کر ہر ایک کے حصص معلوم کرائے۔ اس کام میں چار ماہ کا وقت صرف ہوا۔ حجاج کا منشاء یہ تھا کہ تلاوت کرنے والے حسب ذوق وہمت یومیہ ایک مقدار کی تلاوت کیا کریں۔ اور زیادہ سے زیادہ ہفتہ میں قرآن ختم ہو جایا کرے۔ اس لیے کہ خود حجاج بھی روزانہ ایک ربع قرآن تلاوت کرتا تھا۔ پہلا ربع سورۂ انعام کے خاتمہ پر، دوسرا ربع سورہ کہف کی ولیتلطف والی آیت پر، تیسرا ربع سورہ زمر کے خاتمہ پر، چوتھا ربع آخر تک۔[1]

حجاج کی ان تقسیمات میں سے بر صغیر کے متداول مصاحف میں صرف تنصیف مشہور ہے، اسی لیے کلمہ "ولیتلطف" کو جلی قلم سے نمایاں لکھا جاتا ہے۔ تنصیف کے بھی کئی اعتبارات ہیں، جسے امام سیوطی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ تنصیف باعتبار عدد الحروف میں بھی کئی اقوال ہیں "ولیتلطف" پر نصف قرآن ہونا ایک قول کے مطابق ہے۔

امام عاصم جحدری رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیمات

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہلال وراق اور عاصم جحدری (متوفی 128ھ) دونوں سے انصاف تا اعشار قرآن نقل کیا ہے۔

انصاف: نصف اول: سورہ کہف کے خاتمہ پر۔ نصف ثانی: آخر القرآن۔

1 تفسیر قرطبی: 1: 64، جمال القراء للسخاوی

اثلاث:(1)سورۃ براءۃ کے آخر پر۔(2)سورہ قصص کے آخر پر(3)آخر القرآن۔

ارباع:(1)سورہ انعام کے آخر پر(2)سورہ کہف کے آخر پر(3)یسین کے آخر پر(4)آخر القرآن۔

اخماس:(1)سورہ مائدہ کے آخر تک(2)یوسف کے آخر تک(3)فرقان کے آخر تک(4)حم سجدہ کے خاتمہ تک(5)آخر القرآن۔

اسداس:(1)نساء کے ختم پر(2)ختم براءۃ(3)ختم کہف(4)ختم قصص(5)ختم دخان(6)آخر القرآن۔

اسباع:(1)سورہ نساء:61 (يصدون عنك صدودا) پر(2)سورہ اعراف:170 (إنا لا نضيع أجر المصلحين)پر۔(3)سورہ ابراہیم:25(لعلهم يتذكرون) پر۔(4)سورہ مؤمنین:55(أيحسبون أنما نمدهم به من مال و بنين) پر(5)سورہ سبا:20(فاتبعوه إلا فريقاً من المؤمنين)(6)ختم سورہ فتح،(7)آخر القرآن۔

اثمان:(1)بقرہ اور آل عمران(2)خاتمہ انعام(3)خاتمہ ھود(4)خاتمہ کہف(5)خاتمۂ شعراء(6)خاتمۂ یسین(7)خاتمہ ذاریات(8)آخر القرآن۔

اعشار:(1)بقرہ وآل عمران کی سو آیات(2)خاتمہ المائدۃ(3)خاتمہ انفال(4)خاتمہ یوسف(5)خاتمہ کہف(6)خاتمہ فرقان(7)خاتمہ احزاب(8)خاتمہ حم سجدہ(9)خاتمہ واقعہ(10)آخر القرآن(اور پاروں کے حساب اعشار کی آسان تقسیم تین پارے ہے)

اتساع کے متعلق علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے"ولم يحفظ التسع"لکھا ہے۔عاصم جحدری کی مذکورہ تقاسیم میں سے سوائے اسباع قرآن اور اعشار میں سے عُشر اول کے بقیہ تقسیمات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ ہر تقسیم کے ہر حصہ میں جو مقدار مقرر فرمائی ہے،اس میں آیتوں کی تعداد کے ساتھ کامل سورہ کا بھی خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔

علامہ عبد الرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ(متوفی597ھ) نے" فنون الافنان في عيون علوم القرآن"میں بھی انصاف قرآن سے لیکر اعشار تک کی تقسیم نقل فرمائی ہے،جو امام عاصم جحدری کی تقسیم سے قدرے مختلف ہے۔ یہاں ابن جوزی کے حوالہ سے صرف اتساع قرآن نقل کرکے تقاسیم عشرہ کو مکمل کرتے ہیں۔

اتساع:(1)آل عمران:150 (خير النّصرين)پر(2):سورہ انعام:60 (ثم ينبئكم بما كنتم تعملون)پر

(3) سورہ توبہ:92 (ماینفقون) پر (4) سورہ نحل:20 (وهم يخلقون) پر (5) سورۃ حج:22 (عذاب الحريق) پر (6) سورہ عنکبوت:45 (ماتصنعون) پر (7) سورہ مؤمن:11 (من سبيل) پر (8) خاتمہ الرحمن (9) آخر القران (فنون 258)۔

امام حمید اعرج کی تقسیمات کا اجمالی ذکر

امام حمید بن قیس مکی اعرج تابعی (متوفی 130ھ) رحمۃ اللہ علیہ جو کبار محدثین میں سے ہیں اور ابن کثیر مکی سے پہلے مکہ کے مقری تھے۔ انہوں نے بھی کلمات و حروف کی تعداد شمار کر کے انصاف قرآن سے لیکر اعشار تک کی تقسیمات اور ان کے حصص مقرر فرمائے ہیں، جن کی تفصیل علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 643ھ) نے [جمال القراء:1/121] میں بیان فرمائی ہے۔

اجزاء و احزاب کا بیان

جزء اور حزب کا لغوی و شرعی مفہوم

حزب (جمع احزاب) کے ایک معنی جماعت اور پارٹی کے ہیں، جیسے حزب اللہ، حزب الشیطان۔ دوسرا معنی وِرد یعنی روزانہ قرأت کی ایک مقررہ مقدار ہے۔ اس اعتبار سے احزاب القرآن اور اجزاء قرآن کا ذکر آتا ہے۔

حزب الرجل أصحابه .الحزب الورد ومنه أحزاب القرآن [1]

جزء: کے معنی ہیں ٹکڑا، حصہ (جمع اجزاء) ہے، چونکہ تلاوت کی مقررہ مقدار بھی کل کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہوتا ہے، اس لیے قراءت کی مقررہ مقدار کو جزء بھی کہتے ہیں، یعنی لغوی اعتبار سے دونوں کے معنی میں فرق نہیں، اسی لیے جزء کو حزب کہنا اور حزب کو جزء سے تعبیر کرنا دونوں صحیح ہے۔ البتہ اصطلاحی طور پر دونوں میں فرق ہے۔

اوس بن حذیفہ ثقفی کے واقعہ میں ہے جب ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفد کے پاس آنے میں تاخیر ہوئی تو ارشاد فرمایا تھا:

---

1 مختار الصحاح

"إنه طرأعليَّ جزئى من القرآن فكرهت أن أجىء حتى أتمه ."

مسند احمد میں "حزب من القرآن" کا لفظ ہے۔ تو اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے سوال کیا:

"کیف تحزبون القرآن."

"تم قرآن مجید کے حصے کیسے کرتے ہیں؟۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"من نام عن "حزبه" من الليل أوعن شئى منه فقرأه مابين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له كأنه قرأه بالليل."[1]

"جو شخص اپنے وضائف کا حصہ پڑھے بغیر سو گیا، تو وہ اسے نماز فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے، اس کے لیے اسی طرح ثواب لکھا جائے گویا کہ اس نے اسے رات کے وقت پڑھا ہے۔"

ابن الہاد کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے مجھ سے پوچھا کتنے دنوں میں قرآن پورا کرتے ہو؟۔ میں نے کہا:

"ماأجزئه"

"میں کوئی مقدار مقرر نہیں کرتا۔"

اس پر نافع نے کہا:

"لا تقل ما أجزيه فإن رسول الله ﷺ كان يقول قرأت "جزءاً " من القرآن."[2]

"یہ مت کو کہو کہ میں تلاوت کے لئے کوئی جزء مقرر نہیں کرتا، اس لیے کہ حضور ﷺ "جزء" مقررہ مقدار پڑھا کرتے تھے۔"

بلکہ قرأت کی مقررہ مقدار کو "ورد" بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ اہل لغت نے ذکر کیا ہے۔ اور لفظ ورد حدیث شریف بھی میں وارد ہوا ہے، ابو اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نمت البارحة عن وردى حتى أصبحت، فلما أصبحت استرجعت و كان

---

1 مسلم

2 سنن ابی داؤد

وردی سورة البقرة، فرأيت في المنام كأن بقرة تنطحني." [1]

"میں رات کو اپنے ورد (تلاوت کی مقررہ مقدار) پورا کیے بغیر سو گیا۔ صبح ہوئی تو میں نے إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا۔ میرا معمول سورۂ بقرہ پڑھنے کا تھا۔ اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گائے مجھے سینگ مار رہی ہے۔"

الغرض یہ سب الفاظ شرعی مفہوم کے ساتھ احادیث سے ثابت ہیں۔

اجزاء واحزاب میں تقسیم کا فائدہ

صاحب کشاف علامہ زمخشری قرآن پاک کی تقسیم اور سورتوں میں تقطیع کے فوائد بتاتے ہوئے لکھتے ہے:

"منها أن القارى إذا ختم سورة أو بابا من الكتاب ثم أخذ فى آخر كان أنشط له وابعث على التحصيل منه لو استقر على الكتاب بطوله ومثله المسافر إذا قطع ميلاً أوفرسخاً نفس ذالك منه ونشط للسير، و مِنْ ثَمَّ جُزِّئَ القرانُ اجزائً واخماساً، ومنها أن الحافظ إذا حذق السورة اعتقد انه أخذ من كتاب الله تعالى طائفة مستقلة بنفسها فيعظم عنده ما حفظه." [2]

"قرآن پڑھنے والا جب کوئی سورۃ ختم یا کتاب کا ایک باب پورا کر کے دوسری سورۃ یا باب میں مشغول ہوتا ہے تو یہ (ایک مخصوص حصہ کو پورا کر کے دوسرے میں داخل ہونا) اس کے لئے زیادہ نشاط کا ذریعہ اور مزید تحصیل قرأت پر ابھارنے والا ہے، بنسبت اس کے مسلسل قرأت میں لگا رہے، جیسے کہ مسافر جب ایک میل یا ایک فرسخ طے کر لیتا ہے، تو طبعاً مزید چلنے کے لیے چست اور مستعد ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے قرآن کو اجزاء واخماس وغیرہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح حافظ جب کسی سورہ کو کامل طور پر محفوظ کر لے گا تو اسے یقین ہو گا کہ کتاب اللہ کا ایک معتدبہ حصہ حاصل کر لیا، اس سے اس کے دل میں یاد کئے ہوئے حصہ کی عظمت بڑھ جائے گی۔"

---

1 رواه ابن أبي داؤد

2 اتقان ، عن الكشاف

پانچویں تقسیم: احزاب سبعہ کا ذکر

قرآن پاک کا اولین حق اور اس کی فضیلت کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ذوق وجذبہ اور ہمت کے مطابق یومیہ تلاوت کے لئے ایک مخصوص مقدار کی تعیین فرمائی تھی تاکہ تلاوت علی الدوام ہوسکے جسے حزب یا جزء یاورد کہتے ہیں، جیسا کہ ذکر کیا گیا امام نووی "اذکار" میں لکھتے ہیں کہ ختم قرآن کے تعلق سے صحابہ میں متعدد جماعتیں تھیں، مثلاً حضرت اوس بن حذیفہ جو وفد ثقیف میں مدینہ منورہ آئے تھے، انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمولات کے بارے میں سوال کیا تھا، فرماتے ہیں:

"قال فسألت أصحاب رسول الله ﷺ كيف تحزِّبون القرآن؟ قالوا: ثلث و خمس و تسع واحد عشرة و ثلث عشرة و حزب المفصل."[1]

"میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آپ لوگ قرآن کو کتنے حصوں میں (یومیہ تلاوت کے لئے) تقسیم کرتے ہیں؟۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: تین، پانچ، نو، گیارہ، تیرہ اور مفصلات کی سورتوں کا مجموعہ۔"

بلکہ اسی واقعہ میں خود حضور ﷺ کا معمول اس طرح نقل کیا ہے:

" فسألنا أصحاب رسول الله ﷺ كيف كان رسول الله ﷺ يحزب القرآن فقالوا: كان رسول الله ﷺ يحزبه ثلاثاً و خمساً فذكره—"[2]

یہی وجہ ہے کہ ہفتہ میں ختم قرآن کا معمول اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا اور اس کے تین طریقے پائے جاتے تھے۔

منزل کا بیان

(الف) پہلا طریقہ

پہلی شب میں فاتحہ کے بعد تین سورتیں، دوسری شب میں اگلی پانچ سورتیں، تیسری شب میں سات سورتیں، چوتھی شب میں نو سورتیں، پانچویں شب میں گیارہ سورتیں، چھٹی شب میں تیرہ سورتیں اور ساتویں

1 أبوداؤد، إحياء العلوم، جمال القراء

2 برهان، فتاوى ابن تيمية

شب میں بقیہ قرآن مجید پورا کرتے تھے۔یعنی

جمعہ	سورۂ فاتحہ سے مائدہ تک	فاتحہ اور تین سورتیں
ہفتہ	سورۂ مائدہ سے یونس تک	پانچ سورتیں
اتوار	سورۂ یونس سے بنی اسرائیل تک	سات سورتیں
سوموار	سورہ بنی اسرائیل سے شعراء تک	نو سورتیں
منگل	شعراء سے والصفات تک	گیارہ سورتیں
بدھ	والصفات سے "ق" تک	تیرہ سورتیں
جمعرات	"ق" سے الناس تک	بقیہ سورتیں

ان سات احزاب کو برصغیر میں سات منزلوں کے نام سے جانتے ہیں، جن کی ابتداء کو سہولت سے یاد رکھنے کے لئے "فمی بشوق" سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ہر منزل کی پہلی سورۃ کے نام کا پہلا حرف لے کر یہ جملہ بنایا گیا ہے۔[1]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "فمی بشوق" کا جملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔[2]

(ب) دوسرا طریقہ

حضرت عثمان غنیؓ بھی اسی طرح سات راتوں میں مگر ذرا فرق کے ساتھ ختم کرتے تھے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا۔

جمعہ	فاتحہ سے لیکر مائدہ کے ختم تک۔
ہفتہ	سورۂ انعام سے سورۂ ہود کے آخر تک۔
سوموار	سورہ طہ سے سورۂ قصص کے آخر تک۔
منگل	سورہ عنکبوت سے سورۂ "ص" کے آخر تک۔

1 فتح العزیز:1: 29

2 مرقاۃ المفاتیح

بدھ　　　سورہ زمر سے سورۂ رحمن کے آخر تک۔

جمعرات　　　بقیہ قرآن شریف ختم کرتے تھے۔[1]

(ج) تیسرا طریقہ

قرآن پاک کو آیات کی تعداد کے اعتبار سے سات حصوں میں تقسیم کیا تھا، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ آیتوں کا شمار کرتے تھے اور ہر شب میں ہزار آیتیں پڑھتے تھے، اس صورت میں بھی ساتویں شب میں قرآن ختم ہو جاتا ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی سات دنوں میں قرآن ختم کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہفتہ میں ختم قرآن کے تینوں طریقے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رائج تھے۔اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول وہی تھا جس کو "فمی بشوق" کہتے ہیں۔اس اعتبار سے "احزاب سبعہ" کے طریق کو مستحب کہا جائے تو بجا ہے۔ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 386ھ) تحزیب فمی بشوق کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"كأن تحزيبه كان على عدد الآى إذ عددها ستة آلاف ومائتان وست وثلاثون آية وقد اعتبرت ذلك فى كل حزب فرأيته يتقارب"[3]

"قرآن کریم کی تحزیب آیات کی تعداد کے اعتبار سے ہے، آیتوں کی کل تعداد چھ ہزار دو سو چھتیس ہے اور میں نے ہر حزب میں اسے جانچا ہے جو قریب قریب یکساں ہیں۔"

چھٹی تقسیم: پاروں کا ثبوت، اجزائے ثلاثین کا بیان

تیس پاروں کی تقسیم کی اہم و بنیادی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، جو صحاح میں متعدد طرق سے منقول ہے:

عن عبد الله بن عمرو أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: «اقرأ القرآن فى شهر»(كل ليلة جزءاً وكان يقرأ القرآن كل ليلة أى يختم فيها كما هو فى حديث مسلم)

---

1 احياء: 1: 326 ؛قوت القلوب: 1: 60

2 فتح العزيز: رقم الحديث : 331

3 تحزيب القرآن عن قوتِ القلوب

قال إني أجد قوة قال: اقرأ في عشرين (أى اختم في عشرين ليلةً) قال إني أجد قوة قال: اقرأ في خمسة عشر (ليلةً في كل ليلةٍ جزئين) قال إني أجد قوة قال: اقرأ في عشر (اى عشر ليال في كل ليلةٍ منها ثلثة اجزاءٍ) قال إني أجد قوة قال: اقرأ في سبع و لا تزيدنَّ على ذلك."[1]

"حضور ﷺ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم ایک ماہ میں قرآن پڑھا کرو (یعنی ہر رات ایک جزء جبکہ وہ ہر رات پورا قرآن ختم کرتے تھے)۔ صحابی نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیجئے۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: بیس دن میں پڑھو (یعنی بیس راتوں میں قرآن ختم کرو)۔ صحابی نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، تب حضور ﷺ نے فرمایا: پندرہ راتوں میں پڑھو (یعنی ہر رات دو جزء پڑھو)۔ صحابی نے کہا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ دس راتوں میں پڑھا کرو (یعنی ہر رات میں تین جزء)۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے جب مزید رغبت و قوت کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سات رات میں پڑھو (یعنی ہر ہفتہ میں ایک ختم کرو) اس پر ہرگز اضافہ نہ کرو (یعنی اس سے کم مدت میں قرآن ختم نہ کرو)۔"

چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں ایک جماعت ہر ماہ ایک قرآن ختم کرتی تھی۔[2]

اس ارشاد نبوی ﷺ کی پہلی ہدایت "مہینہ میں ایک ختم کرو" پر عمل کرنے کے لئے ہر روز ایک سپارہ یعنی تیسواں حصہ کی مقدار قرأت ہوا کرے گی۔

یعنی روزانہ تلاوت کے لئے قرآن پاک کا اتنا حصہ مقرر کیا ہو گا جس سے ایک ماہ میں ختم ہو جائے۔ کہیں کہیں ایک دو آیتوں کا آپس میں فرق بھی ممکن ہے، جیسا کہ اختلاف اقوال سے معلوم ہوتا ہے، بہر حال اس جماعت صحابہ کے عمل سے جتنی مقدار یومیہ تلاوت کی ہوتی تھی وہی اجزائے ثلاثین کی اصل ہے۔ چنانچہ کتب قرأت کے علاوہ متقدمین کی دیگر کتابوں میں بھی ان اجزائے ثلاثین کا ذکر پایا جاتا ہے، مثلاً امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور

1 أبو داؤد مع البذل، مسلم

2 الاذكار للنووي

تصنیف ”احیاء العلوم“ میں لکھتے ہیں:

"ففی الختم أربع درجات، الختم في يوم و ليلة وقد كرهه جماعة، والختم في كل شهر كل يوم جزء من ثلاثين جزءاً."[1]

یہی اجزائے ثلثین دیگر اجزائے ستین وغیرہ کے لئے اساس وبنیاد ہے۔

ساتویں تقسیم: احزاب ستین یعنی حزب یا نصف جزء کا بیان

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک جماعت ہر دوماہ میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتی تھی، امام نوویؒ لکھتے ہیں:

"فكان جماعة منهم يختمون في كل شهرين ختمة."[2]

یعنی صحابہ کرام نے قرآن پاک کو ساٹھ حصوں میں تقسیم کرلیا تھا، تاکہ یومیہ ایک حصہ پڑھیں، تو دوماہ میں قرآن پاک ختم ہوجایا کرے۔ صحابہ کرام کے اس تجزیہ سے جن اجزاء کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہ اجزائے ثلثین کا نصف ہے، ان ساٹھ حصوں میں سے ہر حصہ کو جزء اور حزب بھی کہہ سکتے ہیں۔ ابو عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وهذه الاجزاء أخذتها عن غير واحد من شيوخنا و قرأت عليهم بها."[3]

”یہ اجزاء میں نے اپنے بہت سارے شیوخ سے لیے ہیں، اور انہی کے مطابق ان سے قرآن پڑھا ہے۔“

کتب قرأت میں ان اجزائے ستین یعنی احزاب کا ذکر مفصل موجود ہے۔ دیکھیے: (جمال القراء، غیث النفع)

آٹھویں تقسیم: ربع اور ثلث کا ثبوت

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے ایک طریق میں یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کتنے دنوں میں قرآن ختم کرلیں، ارشاد فرمایا: ”چالیس دنوں میں ختم کرلیا کرو۔“[4]

اس حدیث کے مطابق عمل کرنے کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کو چالیس حصوں میں تقسیم کر کے

---

1 المحرر فی علوم القرآن

2 الاذکار: ج: 1

3 جمال القراء

4 اتقان ،بذل المجهود

روزانہ ایک حصہ پڑھا جائے، بالفاظ دیگر ہر حزب کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نصف پارہ پر ایک ربع کا اضافہ کر لیا جائے تو پورے قرآن کا چالیسواں حصہ بن جاتا ہے۔اس لئے 30 /اجزاء میں سے ہر جزء کو چار حصوں میں تقسیم کر کے حصہ اول پر ربع کی علامت اور دو ربع پر نصف اور تین ربع پر الثلثة کی علامت مقرر کی گئی، تاکہ قرآن میں کہیں سے بھی تین چوتھائی کی قرأت کرنے سے چالیسواں حصہ کی تلاوت ہو جائے۔اس طرح چالیس دن میں ایک قرآن ختم ہو جائے گا۔[1]

حاصل یہ کہ حضور ﷺ کی ہدایت پر مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ذوق کے مطابق چند ایام میں ختم قرآن کو اپنا معمول بنایا ہوا تھا۔اس کا لازمی نتیجہ ان اجزاء واحزاب کی شکل میں ظاہر ہوا۔صحابہ کے نقش قدم پر تابعین اور اتباع تابعین میں معمول پایا جاتا تھا۔اور ان ہی کے اجتہادی مساعی سے اجزاء کی تعیین و تحدید امت کے سامنے آئی اور کتب فن میں محفوظ کی گئی ہے۔

تحدید و تعیین کا زمانہ

اس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ مختلف اجزاء واحزاب کے مقادیر کی تعیین جو اہل فن کے نزدیک معہود ہے فی الجملہ ان کا ثبوت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ہے۔اس سلسلہ میں وہ روایت جو امام شعبہ (متوفی 160ھ) اپنے استاذ ابو عوانہ سے نقل کرتے ہیں،اس سے تقسیم کا قدیم اور صحابہ سے ہونا واضح ہوتا ہے:

"قد روى شعبه عن أبي عوانة أنه قال: أول من جزَّأ القرآن باسباعه واعشاره على الآيات عثمان و جزَّأه على الكلمات أبي بن كعب وبه أخذ أهل العراق. وجزَّأه على الحروف معاذ بن جبل وبه أخذ ابن مسعود."

" آیات کی تعداد کے اعتبار سے سات یا دس حصوں میں قرآن پاک کی تقسیم سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔اور کلمات قرآنیہ کی تعداد کے اعتبار سے سب سے پہلے قرآن کی تحزیب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کی،اہل عراق کے نزدیک اجزاء قرآن کی تقسیم کلمات ہی کے اعتبار سے ہے۔اور حروف کی تعداد کے اعتبار سے سب سے پہلے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اجزاء میں تقسیم

1 فتح الباری:9: 95

فرمائی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسی اعتبار سے اجزاء مقرر فرمایا تھا۔"

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقدار مخصوص پر علامت بھی مقرر فرماتے تھے، اس لئے صحابہ کا یہ عمل تابعین، تبع تابعین کے لئے راہنما خط بنا، اور انہوں نے مصاحف میں اجزائے ثلاثین، ستین وغیرہ کی تعیین و نشاندہی کو مناسب سمجھا، چنانچہ حافظ فرماتے ہیں:

"وهذه الاخبار تؤذن بأن التعشير والتخميس وفواتح السور ورؤوس الآي من عمل الصحابة رضوان الله عليهم فأداهم إلى عمله الاجتهاد... على أن المسلمين في سائر الآفاق قد اطبقوا على جواز ذلك واستعمالهم في الأمهات وغيرها والجرح والخطا مرتفعان عنهم في ما اطبقوا عليه إن شاء الله تعالى."

"بہر حال اجزاء ہوں یا احزاب، ان سب کی تعیین دورِ صحابہ کے اواخر اور قرن تابعین میں ہوئی ہے۔ اس کا منشاء قرآن پاک کے حفظ و تلاوت اور اس کے معانی کی تعلیم و تدریس کو امت پر سہل کرنا ہے، جس طرح قرآن میں اعراب و نقاط وغیرہ لگانے کا مقصد نظم قرآن کے سلسلہ میں امت کو خطاو گمراہی سے بچانا تھا۔"

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قرون مشہود لہا بالخیر میں حفاظت قرآن پاک کے لئے یہ سب کچھ کر دیا گیا، تاکہ لوگ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہو جائے۔"[1]

نویں تقسیم: انصاف خمسہ کا ذکر

تابعین عظام نے نظم قرآن کے جو حصص انصاف سے اعشار تک مقرر فرمائے تھے، ان میں سے اسداس سے اعشار تک کے اقسام کو بعد میں مزید دو حصوں میں تقسیم کر کے اجزاء بڑھادئے گئے اور مقدار کو کم کر دیا گیا، تاکہ تعلیم و تعلم میں سہولت پیدا ہو۔

1. انصاف الاسداس یعنی ہر سدس کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو پورے قرآن پاک کے بارہ اجزاء ہو گئے۔

---

1 فتاوی محمودیه (قديم):1: 19

2. علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام قرأت ابن ذکوان سے انصاف الاسباع نقل کیا ہے، یعنی ہر سبع کے دو حصے کئے تو پورے قرآن پاک کے چودہ اجزاء ہو گئے۔ اور 15 / اجزاء میں کوئی مستقل تقسیم نہیں ہے بلکہ اجزائے ثلثین اور احزاب ستین میں داخل ہے۔

3. اور انصاف الاثمان یعنی ہر ثمن کی بھی تنصیف کی گئی تو پورے قرآن کے سولہ اجزاء ہو گئے۔

4. انصاف الاتساع یعنی ہر تسع (نوواں حصہ) کا نصف کیا گیا، تو پورے قرآن پاک کے اٹھارہ اجزاء ہو گئے۔

5. انصاف الاعشار یعنی ہر عشر (دسواں حصہ) کا نصف کیا گیا ہے، اس سے قرآن کے بیس حصے ہو جاتے ہیں۔

دسویں تقسیم: 24 / اجزاء یعنی قراریط

اسداس قرآن یعنی ہر سدس کو چار حصوں میں تقسیم کرنے سے پورے قرآن کے 24 / اجزاء ہو جاتے ہیں، اہل مصر ان اجزاء کو "قراریط" یعنی ہر جزء کو قیراط سے تعبیر کرتے تھے۔ ابو عمرو دانی فرماتے ہیں:

"وبها قرأت على شيخنا أبي الفتح فارس بن أحمد المتوفى 401ھ."[1]

نثر المرجان میں قراریط کی نشاندہی موجود ہے۔

گیارویں تقسیم: 27 / اجزاء کا ذکر

علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکر ابن اشتہ اصبہانی (متوفی 360ھ) سے نقل فرمایا ہے کہ قرآن پاک کو قیام رمضان کے لئے 27 / حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، کلمات اور حروف کی تعداد کے اعتبار سے۔

"قال أبو عمرو وأخبرني الخاقاني قال أبوبكر محمد بن عبد الله بن محمد بن اشته الأصبهاني قال وهذه أجزاء سبعة وعشرين على ذلك."

اس تقسیم کا منشاء یہ ہے کہ قیام رمضان یعنی تراویح میں روزانہ ایک مخصوص مقدار میں قرآن پڑھا جائے، تاکہ یکسانیت اور سہولت کے ساتھ 27 / کی شب میں قرآن ختم ہو جائے۔ اسی کے قریب قریب 28 / اجزاء کی

---

1 جمال القراء

تقسیم ہے، جو اسباع قرآن میں سے ہر سبع کے چار حصوں میں تقسیم کرنے سے ہوتی ہے،ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے 28/اجزاء کی تفصیل نقل فرمائی ہے۔[1]

بارہویں تقسیم:انصاف الاحزاب وارباع الاحزاب کا ذکر

احزاب ستین، جس کا ذکر ساتویں تقسیم میں گذر چکا ہے،اس کے ہر حزب(جزء) کو اولاً دو حصوں میں تقسیم کیا ،یعنی انصاف الاحزاب مقرر کئے گئے۔اس طرح قرآن پاک کے 120/اجزاء ہو گئے، پھر مزید تعلیم قرأت میں سہولت پیدا کرنے کے لئے انصاف کو دو حصوں میں تقسیم کر کے "ارباع"مقرر کئے گئے،اس طرح ہر حزب کو چار حصوں میں تقسیم کرنے سے 240/اجزاء ہو گئے۔علامہ دانی لکھتے ہیں:

حصہ اول کو ربع حزب، دوسرے کو نصف حزب اور تیسرے حصہ کو ثلث حزب سے تعبیر کیا ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ[جمال القراء154/1]لکھتے ہیں:

> "ہمارے استاذ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ جمع قرأت کے طلبہ کے لئے ارباع احزاب والی تقسیم کو اختیار کرتے تھے، یعنی ایک حزب کو چار دنوں میں پڑھا جاتا تھا، روزانہ ایک ربع حزب سبق ہوتا تھا۔زمانہ دراز تک یہ سلسلہ مصر میں قائم رہا۔"

ان ساٹھ احزاب اور ہر حزب کے انصاف،ارباع اور اثلاث کی اہل فن نے جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ کتب قرأت اور اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں مندرج ہیں۔

عرب ممالک کے مصاحف میں اجزائے ثلثین کے ساتھ احزاب ستین اور اس کے نصف ربع اور ثلث کا بھی ذکر کیا گیا ہے،البتہ برصغیر کے مصاحف میں اجزائے ثلثین کی تعیین اور اس کے انصاف اور ارباع اور اثلاث کا ذکر پایا جاتا ہے۔

> "جزء العلماء القرآن تجزءات شتى منها:التجزئة الى ثلثين جزءاً واطلقوا على كل واحد منها اسم الجزء بحيث لا يخطر بالبال عند الاطلاق غيره.
> فإذا قال قائل: قرأت جزءاً من القرآن تبادر للذهن أنه قرأ جزءاً من الأجزاء الثلثين، ثم جزءوا كل واحد من هذه الأجزاء الثلاثين إلى جزئين

---

1 فنون: 268

وقد أطلقوا على كل واحد منها اسم الحزب. فصارت الأحزاب ستين حزباً.
ثم جزءوا الحزب الى أربعة أرباع."[1]

تیرہویں تقسیم:360/اجزاء یعنی"اوراد"کا ذکر

ابو جعفر منصور جو136ھ سے158ھ تک خلیفہ رہا، نے عمرو بن عبید سے جو بڑا ذی علم اور خلیفہ کا معتمد خاص تھا سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ قرآن پاک حفظ کروں، تم بتاؤ کتنی مدت میں حفظ کر سکتا ہوں؟ اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ آسان کر دے تو ایک سال میں ممکن ہے۔ خلیفہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لیے قرآن مجید کے اجزا بنا دیں، جس میں سے ایک حصہ ہر روز حفظ کروں، تو سال میں حفظ مکمل ہو جائے، کوئی کمی بیشی نہ ہو۔ چنانچہ عمرو بن عبید نے قرآن پاک کے 360/اجزاء کئے اور ہر جزء کے اخیر میں سونے کے پانی سے خط کھینچ کر اجزاء میں امتیاز قائم کر دیا۔ پھر ہر 30/جزء کا ایک مجموعہ بنا کر 12 مجموعے تیار کئے۔ چنانچہ خلیفہ نے روزانہ ایک جزء یاد کر کے سال بھر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ ابو العیناء محمد بن قاسم بن خلاد بصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی283ھ) کہتے ہیں کہ خلیفہ نے ان اجزاء کے ذریعہ حفظ کیا تھا اور اپنے بیٹے کو ان ہی اجزاء کے ذریعہ تعلیم دلائی۔ اور ابو العیناء کہتے ہیں: میں نے خود اس کے مطابق قرآن پاک حفظ کیا اور اپنے گھر والوں میں سے بہت سے افراد کو سکھایا اور انہوں نے قرآن حفظ کر لیا پس یہ تقسیم مبارک ہے۔[2]

ان اجزاء کو"اوراد"سے بھی تعبیر کرتے ہیں، جیسا کہ قاری محمد غوث حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے نثر المرجان کے حاشیہ میں رقم کیا ہے۔ اس تقسیم کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ہر حزب کے اثلاث معلوم ہو جاتے ہیں، کیونکہ دو جزء ایک ثلث حزب ہے۔ اور تین جزء نصف حزب ہے، اور چار جزء دو ثلث ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ قرآن پاک کا نصف، ثلث، ربع، خمس وغیرہ بھی معلوم ہو جاتا ہے، چنانچہ قرآن کا نصف180ورد(لقد جئت شئی نکراً) پر ہے، ایک ثلث120/ورد(فهم لايعلمون) [سورہ توبہ:93] پر ہے، ایک ربع90/جزء ہے، ایک خمس72/جزء، ایک سدس60/جزء، ایک ثمن45/جزء، ایک تسع40/جزء، دسواں حصہ36/

1 التجديد في الاتقان والتجويد: 51
2 جمال القراء و كمال الاقراء: 163

ورد، تیسواں حصہ 12/ ورد پر مشتمل ہے، یعنی ایک پارہ، چالیسواں حصہ، 9/ ورد یعنی پون پارہ، ساٹھواں حصہ، 6/ ورد، یعنی آدھا پارہ یا ایک حزب ہوتا ہے۔ تیسرا فائدہ حفظ قرآن کے لئے یہ تقسیم معین ہے۔ اس لیے کہ ایک دن میں ایک جزء کا حفظ کرنا جو حافظ بننا چاہے اس کے لئے مشکل نہیں ہے۔

چودھویں تقسیم: 540/ حصوں میں یعنی رکوع کا ذکر

سابقہ تمام تقسیمات کا مدار آیات و کلمات کی تعداد پر ہے، اور بعض کا حروف کے شمار پر بھی ہے۔ ان سب کے بعد ایک تقسیم مشائخ بخاریٰ نے قیام رمضان کے لئے معانی کو مد نظر رکھ کر 540/ حصوں میں فرمائی ہے ، جسے رکوع سے تعبیر کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض رکوع بالکل چھوٹا اور بعض بڑا ہے۔ اس تقسیم کا منشاء وہی ہے جو 27/ اجزاء میں تقسیم کا ہے۔ قاضی عمادالدین سے منقول ہے:

"إن مشائخ بخارىٰ جعلوا القرآن خمس مائة وأربعين ركوعا. واعلموا الختم بها ليقع الختم في الليلة السابعة والعشرين رجاء أن ينالوا فضيلة القدر اذا لأخبار قد كثرت... وإنما سموه ركوعا على تقدير إنها تقرأ في كل ركعة."

"مشائخ بخاریٰ نے قرآن پاک کو 540/ رکوع میں تقسیم کیا اور ہر رکوع کے ختم پر علامت لگائی، تاکہ 27/ کی شب میں قرآن پاک ختم ہو جائے، شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کی امید میں۔ اس لیے کہ اس کی فضیلت بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان اجزاء میں سے ہر جزء کو رکوع کا نام دیا گیا، تاکہ ہر حصہ ایک رکعت میں پڑھا جائے۔"

اجزاء کی ابتدا و انتہاء کا بیان

اجزائے ثلثین کی تقسیم اصل ہے

اجزائے ثلثین کی تقسیم اصل کے درجہ میں ہے، اور احزاب ستین اسی پر متفرع ہے اور انصاف و اثلاث اور ارباع یہ سب فرع الفرع ہیں، جو تعلیم میں تسہیل کی غرض سے کئے گئے ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں :

"قال ابن المنادى أبو الحسين أحمد بن جعفر المتوفى 336ھ۔وكان الأصل ورد الثلثين(جما ل القراء) ثم كان لعلماء الأمة عناية بهذا الموضوع فعمدوا مجتهدين إلى تقسيم القرآن تقسيمات متعددة و يظهر أن ختم القرآن فى شهر كان مقصداً أساساً فى هذه التقسيمات لأن الغالب عليها تقسيمه ثلثين جزءاً."[1]

اجزائے ثلثین پر سب سے قدیم کتاب جس کو ابن ندیم نے "فہرست " میں ذکر کیا ہے وہ"کتاب اجزاء ثلثین"ہے۔اس میں ابو بکر بن عیاش تبع تابعی کے واسطے سے اجزاء ثلثین نقل کئے گئے ہیں۔آپ کی پیدائش 96ھ میں ہوچکی تھی،اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اجزاء ثلثین قرن اول میں معروف اور معہود تھے،شاید یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن اسماعیل البخاری نے اپنی مشہور ومقبول کتاب"الجامع الصحیح"کو قرآن پاک کی اتباع میں تیس اجزاء میں منقسم فرمایاہے،مضامین احادیث کے لئے کتب اور ابواب قائم کرنے کے باوجود۔

ان اجزائے ثلثین کا ذکر عرب اور عجم کے تمام مصاحف میں موجود ہے۔برصغیر کے مطبوعہ مصاحف میں پاروں کی ابتداء جہاں سے ہوتی ہے تمام مسلمان اس سے بخوبی واقف ہیں اور عالم عرب کے مصاحف میں بھی تمام اجزاء کی ابتداء بعینہ وہی ہے جو مصاحف ہندوپاک میں ہے۔البتہ چند اجزاء کی ابتداء میں قلیل فرق ہے،علامہ نوری صفاقسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وقد وقع للناس في تعيين في أوائل الأحزاب والأنصاف والأرباع خلاف ولا أمشى إلا على المتفق عليه أو المشهور مع ذكر غيره تتميماً للفائدة."[2]

یعنی احزاب،انصاف اور ارباع کے اوائل کی تعیین میں ائمۂ فن کے درمیان کچھ اختلاف رہاہے۔اور ائمۂ فن وہ حضرات تابعین ہیں جنہوں نے صحابہ کے معمولات کو مدنظر رکھ کر کلمات و حروف میں توازن قائم کرکے ابتداء وانتہاء کی تعیین فرمائی ہے اور اس تعیین میں جملوں اور آیتوں کی تکمیل کا بھی لحاظ رکھا گیاہے،جیساکہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اتفاق اور اختلاف اقوال کو بیان کیاہے،اس لئے اجزاء واحزاب کی تطبیق میں کہیں کہیں ذرا

1　المحرر في علوم القران

2　غيث: 38

سا فرق واقع ہوا ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اوقاف سجاوندی سے مزین ایک قلمی نسخہ 1035ھ کا لکھا ہوا ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں موجود ہے۔ راقم الحروف نے اسے صفحہ بصفحہ ملاحظہ کیا ہے۔ اس میں اجزاء ثلثین کو الجزء لکھ کر عدد کے ذریعہ متعین فرمایا ہے، صرف تین پاروں 20/ 21 اور 23/ کی ابتداء میں فرق ہے۔ باقی تمام پاروں کی ابتداء وہی ہے جو آج برصغیر کے متداول مصاحف میں مندرج ہے۔ اسی طرح 1089ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ مدرسہ کنز المرغوب پٹن (گجرات) کے کتب خانہ میں موجود ہے، اور اسے بھی بالاستیعاب کلمہ بکلمہ ملاحظہ کیا ہے، اس مخطوطہ میں بھی دو تین پاروں کی ابتداء میں اختلاف نقل کیا ہے۔ بقیہ تمام اجزاء بعینہ اسی کلمہ سے شروع کئے گئے ہیں جو مطبوعہ مصاحف میں پائے جاتے ہیں، غرض یہ کہ اجزاء کی ابتداء نقل کے مطابق ہے۔

بعض اہل علم کا نقد

اہل علم کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج سے آٹھ سو سال پہلے عالمی عبقری شخصیت علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے (والمحصنٰت) الجزء/5، (ومن یقنت) الجزء/22 (قال ألم أقل لك) الجز/16 کی ابتداء کے متعلق لکھا تھا کہ مربوط کلام کے درمیان وقف کرنے یا قرآت قطع کرنے سے بے ربطی اور فصل اجنبی لازم آتا ہے، جیسا کہ آپس کی گفتگو میں بے موقع کلام قطع کرنے سے کلام بے لطف ہو جاتا ہے۔ پس مذکورہ اجزاء کی متعینہ ابتداء محل نظر ہے، اجزاء کی تقسیم تعداد آیات و کلمات کے بجائے سورتوں کے ذریعہ کی جانی چاہئے]فتاوی ابن تیمیہ۔[علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن پاروں کی ابتداء کو محل نظر سمجھا تھا، انہوں نے اپنے کلام میں اس کا اظہار کیا ہے، اور سورتوں کے ذریعہ اجزاء کی تقسیم کو ترجیح دی۔ اس نقد کے باوجود علمائے اسلام جانتے ہیں کہ ان پاروں کی ابتداء ہنوز اسی طرح ہے، جس طرح ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے تھی۔ کیونکہ اجزاء کی تقسیم مستند الی النقل ہے ماخوذ من العقل نہیں ہے، اور تقسیم کی بنیاد آیات و کلمات اور حروف کی تعداد پر ہے، اور تعداد آیات و کلمات کا اعتبار خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

مضمون "ترتیب وتدوین قرآنی" میں جملوں کے تعلق اور معانی کے ربط کو بنیاد بنا کر چودہ پاروں کی ابتداء کو غلط قرار دیا ہے، بلکہ نئی تقسیم کے مطابق جدید مصحف شائع کیا گیا ہے، جو یقیناً عامۃ المسلمین ہی نہیں علماء کے لئے بھی تشویش کا سبب ہے۔ یہ تجدد ایسا نہیں ہے جسے آنکھ موند کر تسلیم کر لیا جائے، اور اس کی تقلید کی جائے۔ کیونکہ

امت مسلمہ کا جس پر نقلاً اتفاق اور عملاً توارث قائم ہے وہ اس تقسیم کے بر حق ہونے کی دلیل ہے۔ البتہ صرف الجزء الرابع عشر کی ابتداء پر صاحب مضمون کی گرفت صحیح ہے اور سورۂ حجر سے ابتداء تمام اہل فن کے بیان کردہ اجزاء و احزاب جو تابعین سے منقول ہیں، اس کے مطابق ہے۔ اس لیے وہ تو قابل تسلیم ہے۔ بقیہ متفرق تیرہ پاروں کی ابتداء جس طرح تجویز کی گئی ہے وہ بعض پاروں میں ائمہ قراءت کے قلیل اختلاف کے باوجود جمیع اصحاب فن اور علمائے امت کے نزدیک معہود و منقول ابتداء کے خلاف ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

تحقیقی جائزہ

1. سورہ نساء آیت 23/ کلمہ (غفوراً رحیماً) پر حزب 8/، ورد نمبر 48/ اور الجزء 4/ پورا ہوتا ہے۔ اور (والمحصنت) آیت 24/ سے حزب 9/ اور الجزء الخامس بالاتفاق شروع ہوتا ہے۔ منتہی الحزب الثامن باجماع [غیث النفع، جمال القراء:142 [الجزء الرابع فی سورة النساء رأس ثلث و عزرین منها،]فنون:269]

اوقاف سجاوندی کا قرآنی نسخہ 1035ھ اور 1089ھ کا لکھا ہوا ہے۔ ان دونوں میں بھی الجزء [والمحصنت] ہی سے ہے۔ جبکہ جدید مصحف میں الجزء الخامس کی ابتداء اجماع و توارث کے خلاف ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ آیت 23 سے کی گئی ہے، جو صحیح نہیں ہے۔

2. سورہ نساء آیت 147/ کلمہ (شاکراً علیماً) پر حزب 10/ ورد 60/ الجزء 5/ پورا ہوتا ہے اور (لا یحب اللہ الجھر) آیت 148/ سے حزب 11/ اور الجزء السادس باتفاق علمائے امت شروع ہوتا ہے،

"ومنتهى الحزب العاشر و سدس القرآن باتفاق[1]

الخامس رأس مائة وسبع وأربعين منها."[2]

مخطوطہ 1035ھ اور 1089ھ میں بھی یہی ہے، جبکہ نئے مصحف میں آیت 153 (یسئلك أهل الكتاب) سے الجزء السادس کی ابتداء مقرر کی گئی ہے، جو کہ اجماع و توارث امت کے خلاف ہے۔

3. سورہ مائدہ آیت 81/ کلمہ (فاسقون) پر حزب 12/ ورد 72/ پورا ہوتا ہے، ومنتهى الحزب

---

1 غيث:194، جمال القراء:9143

2 فنون:269

الثاني عشر بلا خلاف۔[1] اور حزب13/ورد73/اور الجزء السابع (لتجدن أشد الناس) آیت82/سے شروع ہوتا ہے۔ سعودی مصحف میں اسی طرح ہے۔ دوسرا قول ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، وہ لکھتے ہیں:

الجزء السادس فی المائدۃ رأس اثنین و ثمانین منها (لایستکبرون) یعنی آیت82/پر جزء سادس پورا ہوتا ہے۔ اور (وإذا سمعوا) آیت/83 سے الجزء السابع کی ابتداء ہے۔[2] اور اسی کو صاحب نثر المرجان نے وھو الاکثر لکھا ہے۔[3]

چنانچہ 1035ھ مخطوطہ میں بھی یہی ہے اور یہی مشہور اور برصغیر کے مصاحف میں متداول ہے۔ اس اعتبار سے ساتویں پارہ کی ابتداء میں سعودی مصحف سے صرف ایک آیت کا فرق ہے اور یہ دونوں ہی نقل کے مطابق ہیں۔ اس کے برخلاف جدید مصحف میں الجزء السابع (یا أیها الذین ءامنوا) آیت87/سے شروع کیا گیا ہے، یعنی حزب اور ورد کے لحاظ سے پانچ آیت اور دوسرے قول کے لحاظ سے چار آیت کا فرق ہے، جو کسی طرح نقل کے موافق نہیں ہے۔

4. سورہ انعام آیت:110/کلمہ (یعمھون) پر حزب14/،ورد84/پورا ہوتا ہے۔

"ومنتهى الحزب الرابع عشر من غير خلاف."[4]

"السابع فی الأنعام رأس مائة وعشر منها."[5]

اور حزب15/،ورد85/اور الجزء الثامن کی ابتداء (ولواننا نزلنا) آیت111/سے ہے، اور یہی مخطوطہ 1035ھ میں بھی ہے۔ پس یہ متفق علیہ ہے، لیکن جدید مصحف میں الجزء8/کی ابتداء (ولا تسبوا الذین) آیت108/سے کی گئی ہے۔ جو جمہور امت سے تین آیات میں خلاف ہو رہا ہے۔

5. سورہ اعراف آیت/87 کلمہ (خیرا لحاکمین) پر حزب:16،ورد:96 اور جزء ثامن ختم ہوتا

---

1 غيث: 204
2 فنون: 269
3 نثر:2: 90،جمال القراء: 143
4 غيث: 214 ، جمال: 143
5 فنون: 270

ہے۔

ومنتهى الحزب السادس عشر بإجماع.[1]

الثامن رأس سبع و ثمانين من الأنعام.[2]

اور (قال الملأ الذين) آیت:88 سے حزب:17 ورد:97 اور الجزء التاسع کی ابتداء ہے، اور یہی مخطوطہ میں بھی ہے، پس یہ بھی متفق علیہ ہے۔ اس کے بر خلاف جدید مصحف میں الجزء التاسع کی ابتداء (وما أرسلنا) آیت:94 سے طے کی گئی ہے یعنی 5/ آیت میں توارث امت کی مخالفت پائی جارہی ہے۔

6. سورہ توبہ آیت:92 کلمہ (ما ينفقون) پر حزب:20، ورد:120 اور الجزء العاشر پورا ہوتا ہے۔

"ومنتهى الحزب العشرين وثلث القرآن بلا خلاف."[3]

اور (إنما السبيل على الذين) آیت:93 سے حزب:21 اور الجزء الحادی عشر کی ابتداء ہے اور یہی عربی سعودی مصحف میں ہے، البتہ ایک قول یہ ہے کہ کلمہ (لا يعلمون) آیت:93 پر جزء عاشر پورا ہوتا ہے۔ اور (يعتذرون إليكم) آیت:94 سے جزء حادی عشر کی ابتداء ہے۔ مجمع البیان لعلوم القرآن مخطوطہ 1111ھ میں الجزء الحادی عشر (يعتذرون) سے لکھا ہے اور کتاب الوقف والابتداء مخطوطہ 1109ھ میں بھی پہلے قول کے بعد خلاصۃ الوقف کے حوالے سے و قیل یعتذرون لکھا ہے۔ اس کے بجائے جدید مصحف میں جزء حادی عشر کی ابتداء آیت 90/ کلمہ (وجاء المعذرون) سے کی گئی ہے، یعنی ورد اور حزب کے لحاظ سے تین آیت مقدم اور مشہور قول کے اعتبار سے چار آیت مقدم ہے، جو بہر حال منقول کے خلاف ہے۔

7. سورہ ھود آیت:5 کلمہ (بذات الصدور) پر حزب:22، ورد:132 اور جزء گیارہ پورا ہوتا ہے۔

"ومنتهى الحزب الثاني والعشرين عند جماعة وعند بعضهم "الصدور"[4]

---

1 غيث: 226، جمال: 144

2 فنون: 270

3 غيث: 238 ، جمال

4 غيث: 247

الحادی عشر في هود رأس خمس منها."[1]

اور حزب:23 اور الجزء ثانی عشر (وما من دابة) آیت:6 سے شروع ہوتا ہے، اور یہی مخطوطہ 1035ھ میں موجود ہے۔ علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سورہ یونس کے ختم پر حزب:22 کے اختتام پر کسی نے موافقت نہیں کی ہے۔ دوسرا قول سورہ ھود کی پانچ آیتیں یعنی (علیم بذات الصدور) پر ہے۔

"وبهذا القول قال قوم."[2]

یعنی اہل فن اسی کے قائل ہیں، اور یہی متداول و متوارث ہے، مگر جدید مصحف میں الجزء ثانی عشر کی ابتداء سورہ ھود (الر کتاب أحکمت) سے تجویز کی گئی ہے، یعنی پانچ آیت میں توراث امت کے خلاف ہوا ہے۔

8. سورہ یوسف آیت 52/ کلمہ (کید الخائنین) پر حزب 24/ ورد 144/ جزء 12/ پورا ہوتا ہے:

"ومنتهى الحزب الرابع و العشرين بإتفاق." "[3]بإتفاق وهو الخمس الثاني في قول الجميع."[4] "والعُشُر الرابع والجزء الثانی عشر فی یوسف رأس اثنين و خمسين منها."[5]

اور حزب 25/ اور جزء ثالث عشر (وما أبری نفسی) آیت 53/ سے بالاتفاق شروع ہوتا ہے اور مخطوطہ میں بھی یہیں الجزء 13/ لکھا ہے، اس کے بالمقابل جدید مصحف میں الجزء الثالث عشر کی ابتداء (وجاء إخوة یوسف) آیت 58/ سے طے کی گئی ہے، یہاں بھی پانچ آیت میں اجماع کے خلاف ہو رہا ہے۔

9. سورہ ابراہیم آخری آیت 52/ کلمہ (أولوا الألباب) پر حزب 26/ ورد 156/ الجزء 13 پورا ہوتا ہے:

1 فنون:27
2 جما ل القراء: 144
3 غيث: 258
4 جمال: 144
5 فنون

"ومنتهى الحزب السادس والعشرين اجماعاً."[1]

آخر ابراہیم باتفاق۔[2] والثالث عشر خاتمة سورة إبراهيم۔[3]

اور سورہ حجر کی پہلی آیت(الر تلك آيت الكتٰب) سے حزب27/ورد157/اور الجزء الرابع عشر کی ابتداء ہے،اور یہی مخطوطہ میں بھی ہے اور یہی صحیح ہے:

"هكذا في مصحف الجزري وفي مصحف آخر صحيح ." مضمون "ترتیب و تدوین قرآنی" میں 14/واں پارہ کی(ربما يود الذين) سے ابتداء پر جو گرفت ہے وہ بالکل بجا ہے،اور(الر تلك آيت الكتٰب) سے صاحب مضمون نے الجزء الرابع عشر کی ابتداء مقرر فرمائی ہے بالکل بر محل ہے قابل تسلیم اور لائق تقلید ہے۔ کیونکہ تقسیمات نظم قرآن پر متقدمین اور متاخرین کی تصریحات کے عین مطابق ہے۔ اس کی مزید تفصیل اور دلائل آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ ربما سے ابتداء کی شہرت محض حافظی مصحف کی کتابت اور(ربما)والی آیت کا شروع صفحہ میں آجانے سے ہوئی ہے۔

10. سورہ کہف آیت74/کلمہ(شيئاً نكراً)پر حزب30/ورد180/جزء15/پورا ہوتا ہے،یہ آیت احزاب واوراد کے اعتبار سے بالاتفاق نصف قرآن ہے:

"ومنتهى الحزب الثلاثين باجماع وهو نصف القران باعتبار الاحزاب والانصاف والارباع والاثمان." [غيث: 281]وموضع النصف فى قول الجميع [جمال: 145] السدس الثالث فى الكهف عند قوله ﴿نكرا﴾."[فنون] الربع الرابع والعشر الخامس [فنون] الجزء الخامس عشر فى الكهف ﴿شيئاً نكرا﴾ [فنون]۔

حزب31/اور الجزء السادس عشر﴿قال ألم أقل لك﴾ آیت75/سے شروع ہوتا ہے اور یہی مخطوطہ 1435ھ میں ہے،اس کے برخلاف جدید مصحف میں الجزء16/کی ابتداء آیت83/ ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي

---

1 غيث 266

2 جمال القراء

3 فنون

﴿الْقَرْنَيْنِ﴾ سے مقرر کی گئی ہے، یعنی اجماع امت کے خلاف آٹھ آیت بعد سے ابتداء کہلائے گی۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

11. سورہ نمل آیت 55/ کلمہ (تجھلون) پر حزب 38/ ورد228/ پورا ہوتا ہے: "وختام الحزب الثامن و الثلاثين بإجماع." [1] اس اعتبار سے الجزء19/ بھی یہیں پورا ہو گا، اور ﴿فما كان جواب قومه﴾ آیت 56/ سے الجزء20/ کی ابتداء ہے، چنانچہ مخطوطہ 1035ھ میں بھی (تجهلون) پر الجزء لکھا ہے، اور سعودی مصحف میں بھی یہیں پر ہے۔ صاحب نثر المرجان لکھتے ہیں: "هذا هو الأكثر الأوثق وقيل عند قوله ﴿أمن خلق السموات﴾، وهو المشهور في ديارنا. "[5: 118] یعنی تجهلون کے بعد سے جزء20/ کا شروع ہونا ارجح ہے۔

البتہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "الجزء التاسع عشر في النمل رأس خمس و خمسين (تجهلون) و قيل تسع وخمسين (يشركون)" چنانچہ بر صغیر کے مصاحف میں الجزء العشرون کی ابتداء (أمن خلق السموات) آیت 60/ سے ہے، جیسا کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب نثر نے دوسرا قول نقل کیا ہے، یعنی اگلی آیت 59/ کا ما قبل سے ایک لطیف خاص ربط بھی ہے، جس کی وجہ سے کلمہ یشرکون پر جزء/19 کا اختتام منقول ہے۔ اس کے بر خلاف جدید مصحف میں الجزء/20 کی ابتداء (قل الحمد لله) آیت 59/ سے تجویز کی گئی ہے، جو اگرچہ معنی کے لحاظ سے مناسب ہے، مگر حزب منقول اور قول مشہور دونوں کے خلاف ہے۔

12. سورہ احزاب آیت 30/ کلمہ (يسيرا) پر حزب 42/ ورد 252/ اور الجزء 21/ پورا ہوتا ہے: ومنتهى الحزب الثاني والأربعين بإجماع [غيث:324؛ جمال: 147] ۔ الحادى والعشرون في الاحزاب رأس ثلاثين [فنون:271]۔العشر السابع[فنون] اور (ومن يقنت) آیت 31/ سے حزب 43/ اور الجزء22/ کی بالاتفاق ابتداء ہے۔ مخطوطہ 1435ھ میں بھی یہی ہے، اس کے بر خلاف جدید مصحف میں تین آیت قبل (يأيها النبى) 28/ سے الجزء22/ کی ابتداء متعین کی گئی ہے جو خلاف توارث ہے۔

13. سورہ یسین آیت 27/ کلمہ (من المكرمين) پر حزب44/ ورد 264/ اور الجزء22/ ختم ہوتا

---

1 غيث : 324

ہے۔ومنتهى الحزب الرابع والاربعين بلاخلاف[1] اور حزب 45/ اور الجزء 23/ کی ابتداء ﴿وما أنزلنا على قومه﴾ آیت 28/ سے ہے، جیسا کہ سعودی مصاحف میں ہے۔ صاحب نشر لکھتے ہیں: "وهٰهنا الجزء فى مصحف الجزرى وغيره من المصاحف الصحيحة."[2] دوسرا قول یہ ہے: "وقال غير أبي عمرو عند (يليت قومى يعلمون)."[3] یعنی ابو عمرو دانی کے علاوہ بعض کہتے ہیں کہ حزب 44/ کی انتہاء ﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ﴾ والی آیت 26/ پر ہے، یعنی 23/ ویں پارے کی ابتداء آیت 27/ سے ہے۔ابن جوزی فنون میں لکھتے ہیں: "الجزء الثانى و العشرون فى ياسين رأس إحدى وعشرين (مهتدون)"[4] چنانچہ بر صغیر کے مصاحف میں الجزء/23 کی ابتداء ﴿وما لى لا أعبد﴾ آیت 22/ سے متعین ہے۔گویا 23/ واں جزء کی ابتداء میں تین اقوال ہوگئے۔1035ھ مخطوطہ میں پہلے قول کے مطابق (المكرمين) کے بعد ہی الجزء 23/ لکھا ہے۔ان تینوں اقوال کے بر خلاف جدید مصحف میں جزء 23/ کی ابتداء (واضرب لهم مثلاً) آیت 13/ یعنی نو آیات قبل سے اور حزب ماثور سے 15/ آیت قبل سے تجویز کی گئی ہے جو یقیناً توارث امت کے خلاف ہے۔

14. سورۂ ذاریات آیت 30/ کلمہ (الحكيم العليم) پر حزب 52/ ورد 312/ اور جزء 26/ پر پورا ہوتا ہے ومنتهى الحزب الثانى الخمسين بإجماع [غيث:385 ؛ جمال :148]الجزء السادس والعشرون رأس ثلاثين [فنون:272]۔اور (قال فما خطبكم) آیت 31/ سے حزب 53/ اور الجزء 27/ بالاتفاق شروع ہوتا ہے، اور یہی 1035ھ مخطوطہ میں لکھا ہوا ہے، اس کے بر خلاف جدید مصحف میں سات آیات پہلے یعنی (هل أتاك حديث ضيف) والی آیت 24/ سے الجزء 27/ کی ابتداء تجویز کی گئی ہے جو ماثور و منقول کے بالکل خلاف ہے۔

---

1 غيث: 332، جمال القراء:147
2 نثر: 5: 564
3 جمال: 147
4 فنون: 271

اجزاء کی ابتداء میں برصغیر کے نسخوں کا عربی نسخہ سے اختلاف

سعودی مصحف کا ہندوپاک کے مصاحف سے صرف چھ پاروں 4/7/11/20/21/23 کی ابتداء میں قلیل اختلاف ہے۔

1. سورہ آل عمران آیت:92 کلمہ (به عليم) پر چھٹا حزب،یعنی تیسرا جزء پورا ہوتا ہے۔ اور (كل الطعام كان حلاً) آیت:93 سے حزب:7 شروع ہوتا ہے، گویا برصغیر کے مصاحف سے صرف ایک آیت بعد سے الجزء الرابع کی ابتداء ہے۔

"قال أبو عمرو الدانی: والسادس(ومالهم من نصرين) آیت:91."

"ابو عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حزب سادس (وما لهم من نّصرين) پر ختم ہوتا ہے۔"

اس لحاظ سے حزب سابع یعنی جزء رابع کی ابتداء (لن تنا لوا البر) سے ہے،اور مخطوطات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، مثلاً وقوف سجاوندی مخطوطہ 1253ھ میں ناصرین پر [ع] کی علامت ہے۔ آگے الجزء:4 لکھا ہے، جیسا کہ برصغیر کے مصاحف میں معہود ہے۔

2. الجزء السابع کی ابتداء مصاحف برصغیر کے مقابلہ میں صرف ایک آیت پہلے (لتجدن) سے ہے۔ دوسرا قول ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے،وہ لکھتے ہیں

"الجزء السادس فی المائدة رأس اثنين و ثمانين منها(لا يستكبرون)."

یعنی آیت:82 پر جزء سادس پر پورا ہوتا ہے ،یعنی (وإذا سمعوا) آیت:83 سے الجزء السابع کی ابتداء ہے۔[فنون]

3. الجزء حادی عشر کی ابتداء بھی فقط ایک آیت پہلے(إنما السبيل على الذين) سے ہے۔ البتہ ایک قول یہ ہے کہ کلمہ (لا يعلمون) آیت:93 پر جزء عاشر پورا ہوتا ہے۔ اور (يعتذرون اليكم) آیت:94 سے جزء حادی عشر کی ابتداء ہے۔ چنانچہ مجمع البیان لعلوم القرآن مخطوطہ 1111ھ میں الجزء الحادی عشر (يعتذرون) سے لکھا ہے، اور کتاب الوقف والابتداء مخطوطہ 1109ھ میں بھی پہلے قول کے بعد خلاصۃ الوقف کے حوالے سے و قیل یعتذرون لکھا ہے، نیز نسخۂ سجاوندی مخطوطہ 1035ھ میں پہلے قول کی صراحت کے بعد کلمہ (يعتذرون اليكم) کو سرخ روشنائی سے نمایاں کرکے دوسرے قول کی وضاحت کردی ہے۔ مصحف مخطوطہ

910ھ بعہد سلطان بابر، مصحف مخطوطہ 1012ھ بعہد جہانگیر، مصحف مخطوطہ 1074ھ بعہد شاہجہاں، ان سب میں یعتذرون سے گیارواں پارہ کی ابتداء ہے۔

4. الجزء العشرون کی ابتداء مصاحف ہندیہ سے چار آیت پہلے (فما کان جواب قومه) سے ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"الجزء التاسع عشر فی النمل رأس خمس و خمسين (تجهلون) وقيل تسع و خمسين (يشركون)."

سورہ نمل کی آیت:55 پر جزء 19/ پورا ہوتا ہے، اور دوسرے قول میں آیت:59 کلمہ (یشرکون) پر پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ برصغیر کے مصاحف میں الجزء العشرون کی ابتداء (أمن خلق السمٰوٰت) آیت:60 سے ہے۔ جیسا کہ صاحب نثر نے بھی دوسرا قول نقل کیا ہے۔ مصحف مخطوطہ 1012ھ میں بھی (أمن خلق) کے سامنے الجزء العشرون لکھا ہے۔

5. سورہ عنکبوت آیت:45 کلمہ (ما تصنعون) پر 40/واں حزب یعنی 20/واں جزء پورا ہوتا ہے اور حزب:41 کی ابتداء (ولا تجادلوا أهل الكتٰب) آیت:47 سے ہے۔ اس لحاظ سے صرف ایک آیت بعد سے جزء:21 کی ابتداء ہے۔ البتہ "کتاب الوقف والابتداء" مکتوبہ 1109ھ میں للمؤمنین پر [ع] کی علامت ہے، آگے الجزء الحادی والعشرون لکھا ہے۔ اسی طرح مخطوطہ 1253ھ میں الجزء:21 لکھا ہے۔ نیز مصحف مخطوطہ 1086ھ میں (اتل ما أوحي) پر الجزء الحادی والعشرون اور ثلث القرآن باعتبار الجزء لکھا ہے، اسی طرح مصحف مخطوطہ 1012ھ میں الجزء:21 کی ابتداء (اتل ما أحي) سے ہے۔

6. سورہ یسین آیت:27 (من المكرمين) پر 22 جزء ختم ہوتا ہے، یعنی برصغیر کے مصاحف سے چھ آیات بعد سے جزء:23 کی ابتداء ہے۔ ابن جوزی فنون میں لکھتے ہیں:

"الجزء الثاني و العشرون فی يسين رأس إحدى وعشرين (مهتدون)."[1]

چنانچہ برصغیر کے مصاحف میں الجزء/23 کی ابتداء (وما لی لا أعبد) آیت 22/ سے متعین ہے۔ مصحف

1 فنون: 271

مخطوطہ910ھ میں23/ کی ابتداء یہیں سے ہے، نیز وقوف سجاوندی مخطوطہ1253ھ میں کلمہ(مھتدون) کے بعد الجزء:23 لکھا ہے۔

مگر چونکہ یہ فرق اصحاب فن کے نقل کے مطابق ہے، اس لئے قابل اعتراض نہیں ہے۔ اس قلیل اختلاف کو چھوڑ کر بقیہ تمام اجزاء کی ابتداء متفق علیہ ہے۔ اس سے یہ بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ برصغیر کے مصاحف میں پاروں کی ابتداء14/واں پارہ کے سوا سب نقل کے مطابق ہیں۔

تعداد آیات کا شرعی اعتبار

ابتداء میں گذر چکا ہے کہ اجزائے ثلثین کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی مشہور حدیث اور ایک جماعت صحابہ کا اس پر عمل ہے۔ مزید برآں اس تقسیم پر تابعین، تبع تابعین کا معمول رہا ہے۔ اور خیر القرون کے بعد علمائے امت اس پر متفق رہے ہیں۔ لہٰذا جو کام صحابہ نے کیا ہے اور جس کی دلیل احادیث میں موجود ہے، اس کی مشروعیت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟۔ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كان يقرأ في صلوة الفجر من المائة إلى الستين."

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كان يقرأ في صلوة الظهر في الركعتين الأوليين في كل ركعة قدر ثلثين آية، وفي اللآخريين قدر خمس عشرة آية، وفي العصر في الركعتين الأوليين في كل ركعة قدر خمس عشرة آية، وفي الآخريين قدر نصف ذلك."[1]

دیکھئے نبی کریم ﷺ کا تعداد آیات کے اعتبار سے نماز میں قرأت کرنا مثلاً فجر کی نماز میں60/ آیت سے 100/ آیات تک، ظہر کی اولیین میں سے ہر ایک میں30/ آیات کے بقدر اور عصر کی اولیین میں سے ہر ایک میں15/ آیات کے بقدر قرأت کرنا ثابت ہے۔ نوافل میں تعداد آیات کی رعایت پر متعدد احادیث مثلاً:

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ يقرأ وهو قاعد فإذا

1 مسلم شریف

أراد أن يركع قام قدر ما يقرأ أنسان أربعين آية.[1]

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نماز اور خارج نماز میں عدد آیات کے اعتبار سے قرأت کرتے تھے۔ اگرچہ ان حضرات کو معانی کا استحضار ہوتا تھا، مگر معانی کی رعایت سے مربوط آیات کا پورا کرنا شرعاً نماز میں ضروری نہ تھا اور نہ ہی خارج نماز میں اپنے ورد و حزب پورا کرنے کے لئے ضروری تھا، کیونکہ تلاوت پر اجر و ثواب معانی کی رعایت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اگر معانی کی رعایت سے مضمون کا پورا کرنا شرعاً ضروری ہوتا، تو پھر

1. نماز میں فرض مقدار کی قرأت مطلق ایک بڑی یا تین چھوٹی آیت نہ ہوتی حالانکہ صحت صلاۃ کا مدار مقدار آیات پر ہے۔

2. مطلق ایک، دو یا تین آیات وغیرہ کے پڑھنے پر احادیث میں فضائل و ترغیب اور سیکھنے و سکھانے کی اہمیت نہ ہوتی۔

3. دس، بیس یا 50/100/یا اس سے زائد آیات کی تلاوت پر جو فضیلت و انعام کا ذکر احادیث میں صراحۃً موجود ہے، اسے محض مقدار کے ساتھ خاص نہ کیا جاتا۔

4. بشارت و حفاظت کی پیش گوئی کو مقدار آیات کے ساتھ مقید نہ کیا جاتا، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیات پڑھے وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ یہ پیشین گوئی محض دس آیات کے پڑھنے پر ہے، حالانکہ مابعد سے ربط ہونے کی وجہ سے مضمون ناقص ہے۔

5. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانچ پانچ، دس دس آیات کر کے سیکھتے اور جب اسکے مالہ وماعلیہ سے واقف ہو جاتے تو اگلی دس آیات سیکھتے تھے۔ ظاہر ہے اس طرز تعلیم میں ہر دس پر مضمون یا قصہ پورا نہیں ہوتا تھا، بلکہ اس طرح کے اوقاف سے فصل اجنبی بھی بکثرت پایا جاتا ہے، لیکن کسی کو مجال نہیں کہ صحابہ کے اس عمل کو نامعقول قرار دے۔

6. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننے کی درخواست کی۔ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ "وجئنا بك على هٰؤلاء شهيدا" پر پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «حسبك» بس کرو۔ اس حدیث سے ائمہ وقف نے

---

1 صحيح مسلم: 252/1

وقف کافی کو ثابت کیا ہے، حالانکہ مضمون اسکے بعد والی آیت پر پورا ہوتا ہے۔

7. اور ایسے مقامات بکثرت ہیں جن میں رأس الآیت صفات یا معطوفات یا مفاعل اور متعلقات کے درمیان واقع ہے، اور رأس آیت پر وقف کرنا کسی امام کے نزدیک بھی قبیح نہیں ہے۔ اور سورہ کو آیات میں تقسیم کرنا حکمت الٰہی ہے۔ اور مقدار آیات کا اعتبار شارع علیہ السلام سے ثابت ہے۔ لہٰذا اجزاء کی تقسیم جو رؤوس آیات پر منتہی ہوتی ہے بے بنیاد ہرگز نہیں ہے۔ پس مضمون کا یہ جملہ کہ "تیس پاروں میں قرآن کی تقسیم کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے، قرآن جیسی کتاب میں اس بے بنیاد ترتیب کا اس درجہ رواج تعجب انگیز ہے اور لائق تنقید بھی" قطعاً غلط ہے۔ اور صاحب مضمون جیسے مؤرخ و مفسر سے ایسی بے دلیل باتیں حیرت انگیز بلکہ قابل تردید ہیں۔

جملہ کے درجات اور ربط آیات کی شان

(الف) مضمون میں پاروں کی تقسیم کو غلط قرار دیتے ہوئے یہ بات کہی گئی ہے کہ "متعدد مقامات پر معنی اور مضمون پر بڑا ظلم ہوا ہے، اور بعض جگہ تو جملہ ہی ناقص رہ جاتا ہے، مضمون کی کمر توڑ دی جاتی ہے، عبارت کے الفاظ کٹ جاتے ہیں، ابتداء بے معنی ہو جاتی ہے، جیسے والمحصنٰت سے ابتداء کسی طرح درست نہیں ہے" یعنی کلام بے ربط ہو جاتا ہے تو ذرا جملہ کے درجات اور ربط آیات پر بھی ایک نظر ڈالی جائے:

1. عربیت کے اعتبار سے یہ بات اصولی طور پر اہل علم کو معلوم ہے کہ کلام یعنی جملہ کے تام و مفید ہونے کے لئے دو جزء مسند الیہ اور مسند کا ہونا ضروری ہے، خواہ دونوں لفظوں میں ہوں یا ایک محذوف و مقدر ہو۔ اس کے علاوہ کلام کے دونوں جزوں (مسند اور مسند الیہ) میں سے جس سے بھی کسی مفعول یا مجرور کا ربط و تعلق ہو، اس سے معانی میں اضافہ تو ہو گا، مگر جملہ کی تمامیت اس پر موقوف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ دانی کے بقول قرآن پاک کی تمام آیات میں سے (ایک قول میں بعض حروف مقطعات کو چھوڑ کر) صرف ایک آیت ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾ جزء جملہ ہے، باقی کوئی بھی آیت جملہ سے کم نہیں ہے۔[1]

2. ہر جملہ مستقل ہوتا ہے، اور ہر آیت عظیم ہے۔ اور نظم قرآن کا آیات میں تقسیم کرنا شان الٰہی ہے۔

---

1 برہان :1: 338

3.   عرف اور آپس کی گفتگو کے اعتبار سے کلام پورا ہونے کے لئے مسند الیہ اور مسند کے مناسب مفاعل و متعلقات کو بقدر تقاضا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مفعول و متعلق کے بغیر کلام ناقص معلوم ہوتا ہے، مزید کی طلب کی وجہ سے بات واضح نہیں ہو پاتی ہے، اگرچہ کلام فی نفسہ اپنے ارکان اصلیہ کے پائے جانے سے تام اور مفید ہوتا ہے۔

4.   قصص و حکایات بھی کلام کہلاتے ہیں اور یہ عام طور سے کثیر جملوں اور مرکبات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جب تک قصہ تمام نہ ہو کلام ناقص معلوم ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جملہ اور کلام کا ادنی درجہ فقط مسند اور مسند الیہ پر پورا ہو جاتا ہے، اور اس سے فوق اوسط درجہ کے لئے ارکان جملہ کے متعلقات کا ہونا عرف اور عادۃ کے اعتبار سے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ قصہ اور حکایت کا پورا کرنا تو کہیں بھی ضروری نہیں ہے۔

(ب)   آیات کے درمیان لفظی و معنوی ربط کا ہونا اہل علم کے درمیان مسلم حقیقت ہے۔ البتہ بعض جگہ آیات میں شعراء کے قصائد اور ادباء کے خطاب کی طرح ظاہری ربط و ترتیب نظر نہیں آتی۔ مگر مفسرین نے ایسے مقام پر بھی لطیف و عمیق ربط کا ذکر فرمایا ہے، یہاں تک کہ سورہ کے اول کو اس کے اخیر سے اور آخر سورہ کو دوسری سورہ کی ابتداء سے، نیز فاتحۃ الکتاب کو آخر قرآن سے اس قدر لطیف و محکم ربط بیان کیا ہے کہ پورا قرآن پاک گویا طویل کلام کا ایک مربوط سلسلہ ہے۔ قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"... القرآن معجز وهو كالقطعة الواحدة فكله قرآن وبعضه قرآن وكله تام حسن وبعضه تام."[1]

پھر ربط آیات کا مدار مفسر و متکلم کے اعتبار پر ہے۔ اور اعتبارات میں تزاحم نہیں ہوتا ہے۔ ہر مفسر اپنی صلاحیت کے مطابق مختلف اعتبارات سے کلام کرتا ہے۔ پس جن آیات پر اجزاء کا اختتام ہے، اور قاری نے وہیں قرأت ختم کر دی تو ممکن ہے صاحب مضمون کے نزدیک اس کے مابعد کا ما قبل سے ظاہر اً ربط ہو، اس لیے وقف نہ کرنا چاہئے، لیکن ائمۂ وقف نے دوسرے امور کے لحاظ سے وقف کافی یا تام ہونے کی صراحت فرمائی ہے، لہٰذا جزء کا خاتمہ بر محل ہے۔ اور وقف یا قطع قرأت بالکل صحیح ہے۔ نہ جملہ ناقص رہتا ہے اور نہ مضمون پر کوئی ستم

---

1   برهان للزركشي: 1: 432

ہوتا ہے۔ کلام اللہ کو کلام الناس پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، اور سب سے بڑی بات اس سلسلہ میں اعتماد علی السلف ہے، اور وہ صحابہ و تابعین ہیں۔ لہٰذا یہ اتباعِ ہدیٰ ہے، کورانہ تقلید نہیں ہے۔ اور تقلیدِ حق کا مزاج امت میں پختہ نہ ہوتا، تو امت کب سے ضلالت کی راہ پڑ جاتی۔

مقدار قرأت اور صحت نماز

مذکورہ بالا کلام کے درجات اور ربط آیات کے باوجود فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رکن قرأت کی مقدار صرف ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں ہیں، اور واجب قرأت میں سورہ فاتحہ کے بعد ضم سورہ کی مقدار بھی کم از کم تین چھوٹی آیات ہیں، جیسے سورہ کوثر۔ یہ چھوٹی سورہ کے پڑھنے سے واجب اداء ہو جاتا ہے۔ اور بجائے سورہ کے کہیں سے بھی کم از کم تین آیتیں پڑھی جائیں تو بھی واجب اداء ہو جاتا ہے۔ فرض اور واجب کی ادائیگی میں ان آیات کا اپنے مضمون کے اعتبار سے تام ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور نہ ہی جس آیت پر وقف کیا ہے، اس کا مابعد سے مربوط ہونا نماز میں مخل یا مفسد ہے، اگرچہ ائمہ ٔوقف نے مضمون کے لحاظ سے اس آیت پر وقف نہ کرنے کی صراحت کی ہو۔ پس رکن قرأت کی ادائیگی کا مدار مقدار آیت پر ہے نہ کہ مضمون پورا ہونے پر۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص مضمون آیات کو عربی کلام میں پورا کرے لیکن آیات کی قرآت نہ کرے تو نماز نہیں ہوگی اور تین آیات کے بقدر قرأت کرلی تو رکن یا واجب اداء ہو جائے گا۔ جب نماز مضمون جملہ کی تمامیت پر موقوف نہیں ہے، تو پھر قصہ اور حکایت کی تکمیل پر کیونکر موقوف ہو سکتی ہے۔

نیز پہلی رکعت میں قرأت کے بعد دیگر ارکان نماز کی ادائیگی دوسری رکعت کی قرأت کے لئے فصل اجنبی نہیں ہے، کیونکہ دونوں رکعت کی قرأت ایک مسلسل قرأت کے حکم میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے تعوذ مشروع نہیں ہے، تو پھر خاتمہ جزء کو اول رکعت میں پڑھا جائے اور دوسری رکعت میں اس کے مابعد سے شروع کیا جائے، تو یہ نہ بے موقع وقف ہے اور نہ ہی فصل اجنبی ہے۔ کلام اللہ اور حالت نماز کو اپنی زبان اور اپنی عام حالت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ ہاں اگر قرأت میں ایسا تغیر ہو جائے جس سے معنی ایمان سے کفر میں بدل جائے یا اس کے برعکس یا عقائد صحیحہ حقہ کے بالکل خلاف ہو جائے، تو اس سے نماز فاسد ہو گی، خواہ درمیان آیت میں یہ صورت پیدا ہو۔ [دیکھئے: باب زلۃ القاری]

اجزاء کی تقسیم معانی پر ظلم نہیں ہے

جب نماز میں فرض یا واجب قرأت کی مقدار میں ٹھہرنا اور دوسری رکعت میں مابعد سے شروع کرنا موجب فساد نہیں ہے، تو خارج صلاۃ میں کسی جزء کے اختتام پر قرأت ختم کی جائے تو اس میں قباحت کیونکر آئے گی، جبکہ اس کا مقطع ہونا اصطلاحاً اور نقلاً ثابت ہے۔ علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فالتام هو الذي لا يتعلق بشئ مما بعده فيحسن الوقف عليه والابتداء بما بعده وأكثر ما يوجد عند رؤوس الآي، وآخر كل قصة وما قبل أولها وآخر كل سورة تام، والأحزاب والأنصاف والأرباع والأثمان والأسباع والاتساع والأعشار والأخماس...تام.[1]

"نظم قرآن کے اجزاء واحزاب وغیرہ کی تقسیمات میں یعنی ہر جزء و حصہ کا خاتمہ جس آیت پر منقول ہے ائمہ وقف فرماتے ہیں کہ وہاں وقف تام ہے۔"

(الف)شیبہ بن نصاح، یحییٰ ثعلب، ابن الانباری اور ابو عمرو دانیؒ سے لیکر محمد بن عبد الکریم اشمونی تک سینکڑوں ائمہ فن نے وقف و ابتداء پر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، اور رؤوس آیات یا وسط آیات میں وقف و ابتداء کی مفصل بحث فرمائی ہے، بایں ہمہ شرعاً واجب وقف کہیں نہیں ہے۔ بلکہ امام ابو عمرو بصری رؤوس الآیات پر وقف کو پسندیدہ اور جمہور علمائے امت بھی اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔ پس اگر کوئی پہلی رکعت میں (شاکراً علیماً) پر رکوع کرتا ہے، اور دوسری رکعت میں (والمحصنٰت) سے شروع کرتا ہے و تو یہاں کسی طرح نہ مضمون کی کمر ٹوٹتی ہے اور نہ ابتداء بے معنی ہوتی ہے۔ ائمہ وقف نے یہاں پر وقف کافی بلکہ وقف تام بھی لکھا ہے۔ اور ائمہ وقف علم قرأت کے ساتھ لغت و عربیت، اور تفسیر کے بھی حاذق و ماہر ہوا کرتے تھے۔ اس لیے پاروں کی تقسیم جو صحابہ کے خطوط و نقوش پر تابعین کا کارنامہ ہے، تو اس تقسیم کو ظلم سے تعبیر کرنا بجائے خود ظلم ہے۔

(ب)ائمہ وقف نے فعل و فاعل کے درمیان، مبتدا و خبر کے درمیان، مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان یا

---

1 برهان: 1: 428

موصوف وصفت کے درمیان وقف کرنا قبیح قرار دیا ہے، یہ بھی اصطلاحاً ہے نہ کہ شرعاً۔ اور اگر ایسے مواقع میں اضطراراً سانس ٹوٹ جانے سے وقف ہو جائے تو اصطلاحاً بھی قبیح نہیں ہے۔ تو پھر خاتمہ جزء پر جو کہ رؤوس آیات ہیں (اور رأس الآیت پر وقف کرنا تو محمود و مستحب ہے) رکوع کرنا یا خارج نماز قرأت قطع کرنا کیونکر قبیح ہو گا۔
علامہ ابو الفضل رازی امام ابن کثیر مکی کے متعلق نقل کرتے ہیں:

"إنه كان يراعي الوقف على رؤوس الآي مطلقاً."

(ج) اجزائے ثلثین میں سے ہر جزء کا خاتمہ آیت پر ہی ہے پس جہاں جزء ختم ہوتا ہے، خاتمہ سورہ کو چھوڑ کر راقم الحروف نے ایسی تمام آیات کے وقف کو کتب وقف وابتداء میں ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ اکثر جگہ وقف کافی یا وقف تام ہے۔ پس جب وقف کافی پر ٹھہرنا اور مابعد سے شروع کرنا کسی طرح غلط نہیں ہے، جیسا کہ اہل فن اور علمائے امت اس پر متفق رہے ہیں، بلکہ اواخر آیات پر وقف کرنے کو مواقف النبی ﷺ بھی کہا گیا ہے۔ [برہان] تو پھر مضمون کا یہ جملہ "کئی پاروں کا اختتام اور ابتداء بالکل غلط ہے، تلاوت میں وہاں ٹھہرنا اور رکعات وتراویح میں وہاں اختتام کرنا یا پاروں کے شروع سے ابتداء کرنا درست نہیں ہے" قطعاً صحیح نہیں ہے۔ اور ایسے وقف کو معانی پر ظلم کہنا کہاں سے روا ہو گا۔

(د) جب کسی آیت پر وقف کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے اور حافظی مصحف کی کتابت میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر صفحہ آیت پر ختم ہو کیونکہ صفحہ میں آیت کے ختم ہو جانے سے طبیعت میں نشاط، ذہن کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے، جو تلاوت کیلئے مفید اور حفظ کے لئے معین ہے۔ اور نئی آیت نئے صفحہ سے شروع کرنے میں فرحت و مسرت ہے، پس طبیعت میں فرحت ونشاط اور ذہنی راحت و یکسوئی زیادتِ حفظ کا ذریعہ اور کثرت تلاوت کا سبب ہے، تو پھر مضمون کا یہ جملہ "اسباق و رکعات کی بنیاد صفحہ کی آخری آیت پر رکھنا جیسا کہ حافظی مصحف میں کیا گیا ہے، قرآن کے معانی پر سخت ظلم ہے" کیونکر صحیح ہو گا۔

(ھ) سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے کہ اجزائے ثلثین دیگر تقسیمات کی اصل و اساس ہے، تلاوتاً ایک جماعت صحابہ سے ثابت ہے۔ انہی اجزاء یعنی مقادیر مخصوصہ کی تحدید تابعین عظام سے منقول ہے، تو پھر مضمون کا یہ جملہ "پاروں کی تقسیم اگر حروف و الفاظ کی تعداد کی بنیاد پر کی گئی ہے تو غلط کام کیا گیا ہے، قرآن حسابی و ریاضی تقسیم کے لئے نہیں ہے" کس قدر سنگین ہے۔ اس جملہ کے زد میں صحابہ و تابعین آرہے ہیں۔ نیز قرآن پاک کی کئی

آیات میں مختلف اعداد کا ذکر آیا ہے، جیسے: ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ﴾، ﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا﴾، ﴿تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً﴾، ﴿اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۝۵﴾ وغیرہ اور میراث کی آیات میں اعداد و حصص کے ذکر سے قرآن حساب و ریاضی کی کتاب نہیں ہو گئی، تو پھر تعداد آیات کے اعتبار سے نظم قرآن کے حصص مقرر کرنے سے حساب و ریاضی کا طعن چہ معنی دارد؟

خلاصہ بحث

تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اجزاء ثلاثین کی ابتداء و انتہاء قلیل اختلاف کے ساتھ صحابہ و تابعین میں معہود و معروف ہو چکی تھی، بشمول سورہ حجر الجزء الرابع عشر کی ابتداء کے، جیسا کہ کتب فن میں منقول ہے اور راقم السطور نے مخطوطہ مصاحف میں مشاہدہ کیا ہے، اور امت مسلمہ کے نزدیک اس کے مطابق ہی مصاحف کے نقل و طبع کا سلسلہ خیر القرون سے جاری و ساری ہے۔ اس لیے محض معانی کا لحاظ کر کے منقول و متوارث ابتداء کے خلاف مصحف شائع کرنا، امت میں فتنہ کا سبب ہونے کی وجہ سے کسی طرح درست نہیں ہے۔